لفظ سازی
علی رفاد فتیحی
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی

لفظ سازی

علی رفاد فتیحی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی ـ 110025

پہلی اشاعت	:	2013
تعداد	:	550
قیمت	:	-/59روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1688

Lafz Saazi
By : Ali Rafad Fatihi

ISBN :978-81-7587-870-9

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی110025، فون نمبر: 49539000، فیکس:49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر:26109746
فیکس:26108159 ای میل:ncpulsaleunit@gmail.com

ای میل:urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ:www.urducouncil.nic.in

طابع: ہائی ٹیک گرافکس، ڈی 8/2، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز II، نئی دہلی110020

اس کتاب کی چھپائی میں70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

لفظ حقیقت و صداقت کا اظہار ہے اس لیے مقدس ہے۔ لفظ میں انسان کے نطق و شعور کا ارتقا مضمر ہوتا ہے۔ انسانی شعور کے اس ارتقا میں لفظ نمایاں رول انجام دیتے ہیں کیونکہ نئی لفظیات انسانی شعور اور اس کے اظہار یعنی زبان کو زندگی اور تازگی عطا کرتی ہے۔ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی نے کہا تھا:

> ''انسانوں کی طرح لفظوں پر بھی جوانی، بڑھاپے اور موت کا عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ لفظ پیدا ہوتے ہیں، جوان ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ زبان میں لفظ کا رائج ہونا لفظ کی جوانی ہے کم استعمال میں آنا اس کا بڑھاپا اور متروک ہو جانا اس کی موت ہے۔''

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کے اس قول سے زبانوں کے ارتقا میں لفظ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ لفظوں کے اس سفر کا لسانی مطالعہ پیش کیا جائے۔ زیر نظر کتاب اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ کتاب پروفیسر علی رفاد فتیحی کی منطقی طرز تحقیق کی آئینہ دار ہے۔ ''لفظ سازی'' لسانی دلائل کے ساتھ ان تمام طریقۂ کار مثلاً مستعاریت، تصریفیت، اشتقاقیت، مخلوطیت، انجذاب اور 'اسمیت' کا تجزیہ پیش کرتی ہے جو اردو الفاظ کی

تشکیل وتخلیق میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں تغیر معنی، توسیع معنی، تقلیل معنی اور صوتی تغیرات کو بھی موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد علمی کتابیں کم سے کم قیمت پر مہیا کرنا ہے تا کہ اردو کا دائرہ وسیع ہو۔ اس کا مقصد اس خوب صورت زبان کی ضرورتیں پورا کرنا ہے تا کہ اردو کی نصابی اور غیر نصابی کتابیں آسانی سے مناسب قیمت پر قاری تک پہنچیں۔ زبان کے فروغ میں سماجی، طبعی اور لسانی علوم کی کتابوں کی اہمیت کم نہیں ہوتی کیونکہ سماجی ارتقا اور ذہن انسانی کی نشوونما کا تجزیہ ان علوم کے بغیر ممکن نہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ 'لفظ سازی' موضوع کی انفرادیت، منطقی طرز تحقیق اور لسانی اسلوب بیان کے پیش نظر اردو لسانیاتی مطالعے میں اہم رول انجام دے گی۔

ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین
ڈائرکٹر

تمہید

لسانیات اور بالخصوص صرفیات کی بعض اہم شاخوں میں سے ایک اہم شاخ لفظ سازی ہے۔ لفظ سازی لسانیات کا ایک نواحی شعبہ ہے۔ لسانیات کے نقطۂ نظر سے سلسلہء کلام کو جن اکائیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں ایک 'لفظ' ہے۔ لہٰذا لفظ سازی لسانیات کا وہ شعبہ ہے جو تشکیل لفظ کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر لسانیات کی اس اہم شاخ لفظ سازی میں لفظ کو اکائی ماننا ہی سب سے اہم عملی قدم ہے۔ لیکن لفظ سازی اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر تشکیل لفظ کے اصولوں کو موضوع بحث بناتا ہے۔ یعنی لفظ سازی میں تشکیل لفظ کے اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لفظ زبان کی ایک ایسی اہم ساختیاتی اکائی ہے جو اپنی ماہیت اور تفاعل کی وجہ سے بہت ہی پیچیدہ اور مبہم محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کوئی متعین اور حتمی تعریف نہیں ملتی ہے۔ کیونکہ اس کی مکمل تفہیم و تعریف میں لسانیاتی عوامل کے ساتھ ساتھ کئی غیر لسانیاتی عوامل بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لفظ کی تفہیم و تعریف میں الجھاؤ کی اس بنیادی وجہ کے سبب ماہرین لسانیات نے زبان کے تجزیے کے سلسلے میں صرفی سطح پر مارفیم کے تصور کو متعارف کیا ہے۔ مارفیم زبان کی صرفی سطح پر سب سے چھوٹی معنوی اکائی ہے۔ یعنی مارفیم سب سے چھوٹا ایک ایسا معنوی جز ہے جسے

مزید تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ گھر، میز، کرسی، قلم، کتاب وغیرہ ایسے واحد مارفیم ہیں جن کی مزید تقسیم ممکن نہیں۔ جب کہ اس کے برعکس بدتمیز یا تمیزدار ایسے لفظ ہیں جو دو مارفیموں کے مجموعے ہیں اور جن کی مزید تقسیم ممکن ہے۔ مثال کے طور پر:

بد + تمیز = بدتمیز

تمیز + دار = تمیزدار

اس تقسیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدتمیز میں ''بد'' ایک سابقہ ہے جو مادّے سے مل کر معنی دیتا ہے۔ جب کہ ''تمیزدار'' میں 'دار' ایک لاحقہ ہے جو مادّے سے مل کر لفظ تمیزدار کو بامعنی بناتا ہے۔ ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ''سابقے' اور ''لاحقے'' لفظ سازی میں نمایاں رول انجام دیتے ہیں۔ زیرِ نظر مطالعے میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں نے اردو زبان کی لفظیات کو کس کس طرح اور کس حد تک متاثر کیا ہے۔ اور ان اثرات کے کیا نتائج اردو زبان پر مرتب ہوئے ہیں۔

زبان سماجی اور تہذیبی عمل کو معنی خیز اور کارگر بنانے میں بنیادی رول ادا کرتی ہے۔ کسی بھی لسانی گروہ کی سماجی، تہذیبی، نفسیاتی اور بشریاتی سوچ کی تفہیم و تحسین کے ضمن میں زبان کا مطالعہ آگہی کے نئے افق روشن کر سکتا ہے۔ زبان میں الفاظ، تراکیب، محاورات، تلمیحات و استعارات، اس کی نحوی اور صرفی ساخت اور صوتیات وغیرہ کے تجزیہ و توضیح سے لسانی گروہ کے ذہنی کوائف اور تہذیبی خصائص پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ اس کتاب میں اُردو زبان کو موضوع تجزیہ و توضیح بنایا گیا ہے۔ ہندوستان جیسے کثیر اللسان ملک میں زبانوں کے باہمی تفاعل اور تعلق سے ایک زبان کا دوسری زبان پر اثر انداز ہونا فطری عمل ہے۔ ہر زندہ زبان میں اخذ و قبول کا یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ اور اس لسانی عمل سے زبان نئے سانچوں میں ڈھلتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ لفظ سازی کی ایک قسم مستعاریت بھی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر زندہ زبان میں لفظ سازی کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ زیرِ نظر مطالعے کا ایک مقصد ان دخیل یا مستعار الفاظ کا تجزیہ یا توضیح بھی ہے۔ دیگر بڑی زبانوں کی طرح اردو میں بھی کم و بیش تمام زبانوں کے الفاظ موجود ہیں۔ ان الفاظ کے تجزیہ و توضیح سے اردو زبان کے لسانی مزاج کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُردو نے ان

الفاظ کو مقامی لب و لہجے میں قبول کرلیا ہے۔ لب و لہجے کی یہ تبدیلی ativisation یا مقامیت کے عمل کے تحت ہوتی ہے۔ یوں تو ہر زبان کے صوتی نظام میں یکساں خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ کسی بھی دو زبانوں میں مکمل طور پر صوتی ہم آہنگی ہو اور الفاظ کی ترتیب میں یکسانیت موجود ہو۔ آوازوں کا یہ نظام اور ترتیب تین طرح سے ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتی ہیں:

(الف) آوازوں کی ادائیگی میں فرق

(ب) آوازوں کی ترتیب میں فرق

(ج) لفظ کی ترتیب کے اصول و ضوابط میں فرق

ان صوتی اور صرفی اختلافات کو زبانوں کا موازنہ کرکے بہ خوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً اردو میں ایسی بہت سی آوازیں ہیں جو انگریزی کے صوتی نظام میں موجود نہیں ہیں۔ اُسی طرح انگریزی کی بہت سی آوازیں اُردو کے صوتی نظام میں موجود نہیں ہیں۔ ان آوازوں کی عدم موجودگی میں اُردو رسم الخط میں ان آوازوں کی تحریری علامات کا پایا جانا خارج از امکان ہے۔ ایسی صورت میں ان الفاظ کے تلفظ میں تبدیلی لازمی عمل ہے۔ اس مقالے میں اردو میں لفظ شناسی اور لفظ کے اشتقاق پر جدید لسانی تکنیک Word Geography یا Dialectology کی بنیاد پر تلاش و تحقیق کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں معرب و مفرس الفاظ کی تلاش و تحقیق کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اردو میں تعریب و تفریس ایک اہم لسانی عمل ہے۔ تعریب کے عمل سے گزر کر کسی غیر زبان کا لفظ جب عربی کا لفظ بن جاتا ہے۔ تو اسے معرّب کہتے ہیں۔ مثلاً لفظ ''فیل'' عربی النسل لفظ نہیں ہے بلکہ ہند فارسی لفظ 'پیل' کا معرّب ہے۔ اسی طرح تفریس کے عمل سے گزر کر کسی غیر زبان کا لفظ جب فارسی کا لفظ بن جاتا ہے۔ تو اُسے مفرّس کہتے ہیں۔ مثلاً فارسی لفظ 'چاپ' اُردو لفظ 'چھاپا' کا مفرّس ہے۔

کسی لفظ کا جوں کا توں قبول کرلینا ایک شکل ہے اور اس کی املا یا صوتیات میں تصرّف کرکے اسے اپنا لینا ایک جداگانہ صورت ہے۔ یہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ کسی بھی زبان کا صوتی نظام اتنا مکمل نہیں ہوتا کہ ان میں دوسری زبانوں کے اصوات کو بھی بہ خوبی ادا کیا جاسکے۔ اس لیے لفظ کو مستعار

لینے کے عمل میں خود بہ خود تصریف وتحریف ہو جاتی ہے۔ جس کے زیر اثر مستعار لفظ کو نئے لسانی مزاج میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ اس مقالے میں مستعار الفاظ کے تصریف وتحریف کے تجزیے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ تہذیبی سطح پر لین دین یا اخذ وقبول کا یہ رشتہ بغیر لسانی روابط کے ممکن نہیں۔ جب دو زبانیں ایک دوسرے کے قریب آتی ہیں تو باہمی طور پر اثرات بھی قبول کرتی ہیں۔ صوتی نظام بدلتا ہے، اور ادائیگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالے میں اُردو زبان کی بدلتی ہوئی صورتوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مقالے میں اُردو زبان میں مستعمل تر کیبات کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ تر کیبات کسی ایک ہی زبان کے دو لفظوں سے مل کر بن سکتی ہیں یا پھر ان میں سے ایک جزو دخیل لفظ بھی ہو سکتا ہے۔ اردو زبان میں ایسی سیکڑوں تر کیبات ہیں جن کا ایک جزو فارسی کا ہے اور دوسرا اردو کا، اُسی طرح اردو زبان میں ایسی بھی تر کیبات ہیں جو انگریزی کے دخیل الفاظ سے مرتب بنائے گئے ہیں۔ اس مقالے میں ان تر کیبات کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے کا ایک باب مشتقاق (Derivatives) پر مستعمل ہے۔ اس باب میں ہندی الفاظ کے ساتھ مشتمل فارسی سابقوں اور لاحقوں کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں اردو زبان کا معنوی سطح پر بھی تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماہرین لسانیات کے مطابق زبان صرف لفظی علامت ہی نہیں سماجی علامت بھی ہے۔ زبان تغیر پذیر ہے اور زبان اور سماج کا رشتہ غیر معمولی ہے۔ جس کی وجہ سے لسانی تغیرات گروہ بہ گروہ، طبقہ بہ طبقہ، یا پھر فرد بہ فرد، نمو پذیر ہوتے ہیں۔ اس لیے زبان کو سماجی سیاق میں سمجھنا اشد ضروری ہے۔ ایسی صورت میں زبان میں محسوس کیے جانے والے معنوی انحرافات کو بھی سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اردو زبان میں اکثر وبیش تر معنی کو پھیلاؤ (expand) دیا جاتا ہے اور لفظ کے لیے مخصوص معنی جو اس زبان سے مختص ہوتے ہیں اپنے نئے معنوی رنگ کے ساتھ استعمال میں آتے ہیں۔ پیش نظر مطالعے میں ان معنوی تغیرات کو بھی سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ معنوی تغیرات اس بات کا ثبوت ہیں کہ معنی اپنے موقع ومحل کے لحاظ سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ معنوی انحرافات، انضمام (convergence) کی علامات ہیں۔ اس مطالعے میں ان معنوی انحرافات کو بھی سمجھنے کی

کوشش کی گئی ہے۔

مفروضات(Hypothesis):

زیرِنظر مقالہ مندرجہ ذیل مفروضات (Hypothesis) پر مبنی ہے۔

1. زبان ایک نامیاتی شے ہے، جو ہر زمانے اور ہر عہد میں بدلتی رہتی ہے۔
2. یہ تبدیلیاں صوتی، صرفی، نحوی اور معنوی سطحوں پر اثر پذیر ہوتی ہیں۔
3. زبان کی مختلف علاقائی شکلیں ہوتی ہیں جو لسانی تغیرات کو نمایاں کرتی ہیں۔ مثلاً اردو میں دکنی اُردو، لکھنوی اُردو، دہلوی اُردو یا بہاری اُردو میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔
4. زبان میں طبقاتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اُردو میں کرخنداری اس کی عمدہ مثال ہے۔
5. زبان میں Registral یا شعبہ جاتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ادبی زبان سائنسی زبان سے مختلف ہوتی ہے یا علمی زبان اور شاعرانہ زبان میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اس مفروضے کے پیشِ نظر زیرِنظر مقالے میں اُردو زبان کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے۔
6. زبانوں کے ارتقا میں لسانی روابط (Linguistic contact) کا ایک اہم رول ہوتا ہے۔ تہذیبی سطح پر لین دین یا اخذ و قبول کا یہ رشتہ زبانوں کو نئے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی زبان کے لسانی مزاج کو سمجھنے کے لیے لسانی روابط پر غور کرنا ضروری ہے۔
7. کسی بھی زبان کا لسانی مزاج مشتقات (Derivatives) اور ترکیبات (Compounding) میں عیاں ہوتا ہے۔ اس لیے زبان کے لسانی مزاج کو سمجھنے کے لیے مشتقات اور ترکیبات پر توجہ دینا ضروری ہے۔
8. زبانوں کی تفریق معنوی سطح پر بھی کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا معنوی تغیرات کو موضوعِ گفتگو بنانا اہم ہے۔

لفظ سازی پر یوں تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن آج بھی یہ موضوع مغربی محققین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ان محققین کی تحقیقی کاوشوں سے انگریزی زبان کے کئی لسانی پہلو منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ لیکن اردو لفظ سازی پر کوئی سنجیدہ کام ابھی تک سامنے نہیں آیا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی

کی کتاب "لغات روزمرہ" اس موضوع پر ایک سنجیدہ کوشش نظر آتی ہے۔ تاہم یہ لفظ سازی کو موضوع گفتگو نہیں بناتی۔ شمس الرحمٰن فاروقی کی یہ کوشش صرف روزمرہ تک محدود ہے۔ اس موضوع پر ایک دوسری اہم کتاب نذیر احمد ملک کی "کشمیری سرمایہ الفاظ کے سرچشمے" ہے۔ اس کتاب میں لفظ سازی کے اصول وضوابط کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ عبدالرشید کی کتاب "فارسی میں ہندی الفاظ" اس موضوع پر ایک اور اہم کتاب ہے۔ لیکن اس کتاب کا بھی اصول لفظ سازی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ اردو لفظ سازی جیسے اہم اور سنجیدہ موضوع پر اس صورت حال کو دیکھ کر یقیناً کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے۔ حالاں کہ جناب شمس الرحمٰن فاروقی، عبدالرشید اور نذیر احمد ملک نے اس جانب توجہ کر کے لفظ سازی سے منسلک دوسرے موضوعات پر بحث وتمحیص کی راہیں استوار کی ہیں۔ لفظ سازی کا لسانی مطالعہ گہرے تاریخی، تہذیبی اور لسانیاتی شعور کا متقاضی ہے کیوں کہ اس موضوع کے سرسری مطالعے سے محض غلط نتائج ہی مرتب ہو سکتے ہیں۔ لفظ سازی کی تحقیق و تفتیش کئی تہذیبی، تاریخی اور لسانی حقائق کو آشکار کرتی ہے۔ زبان کا سماج سے جو رشتہ ہے اس کا احساس جس شدت کے ساتھ لفظ سازی کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ اُتنا زبان کے مطالعے کے کسی اور شعبے سے ممکن نہیں ہے۔

تبدیلی فطرت کا نمایاں وصف ہے۔ زبان میں بھی یہ تبدیلیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں لیکن زبان میں یہ تبدیلیاں یکلخت رونما نہیں ہوتیں بلکہ غیر محسوس طریقے سے بہ تدریج وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کے سبب زبان میں بعض الفاظ متروک ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نئے الفاظ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح زبان مختلف صوتی، مارفیمی اور معنوی تغیرات سے روشناس ہوتی ہے۔ یہ تغیرات اہل زبان کی ترسیلی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ان تغیرات میں تخلیقیت اور تشکیلیت creativity میں بے پناہ قوت Potentiality پوشیدہ ہوتی ہے۔ لفظ سازی کی تخلیقیت اور تشکیلیت کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے لفظ سازی کے محرکات کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایک لفظ جب زبان زد عام ہو جاتا ہے تو وہ زبان کی لفظیات کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور یہ لفظیات ترسیلی محرکات تک ہماری رسائی کرتی ہے۔ ان لفظیات کے تجزیے سے ترسیلی محرکات عیاں ہو جاتے ہیں۔ ان ترسیلی محرکات تک رسائی کے لیے زبان کی اختراعی کوششوں

مثلاً مستعاریت Borrowing، تصریفیت Affixation ترکیبیت، اشتقاق (Derivation)، توسیع لفظی (Expansion of meaning)، تقلیل معنی (Semantic Changes) کے اصولوں کو سمجھنا لازمی ہے۔ زبان میں نئے تصوّرات اور مفاہیم کی خاطر خواہ اظہار کے لیے لغوی مدوں کی عدم موجودگی میں لفظ سازی (Neologism) کو لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ نئے خیالات و تصورات کی ترسیل، زبان کی اختراعی کوششوں کا محرک بنتی ہے۔ زبان کی ان اختراعی کوششوں کو موضوع تحقیق بنانے کے لیے مستعاریت، اشتقاقیت، ترکیبیت، توسیعیت اور تقلیلیت کے بنیادی اصولوں کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اس مقالے میں اردو زبان کی لفظ سازی کے حوالے سے گفتگو کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کے پہلے باب میں امدادی لفظ اور لغوی لفظ کے لسانی فرق کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ لفظ سازی کا تعلق لغوی الفاظ سے ہوتا ہے نہ کہ امدادی الفاظ سے۔ اس فرق کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے اصول صَرف سے واقفیت ضروری ہے جو قواعد کا وہ حصہ ہے جس میں الفاظ کی ہیئتی اقسام اور ان کے وہ پابند روپوں سے بحث ہوتی ہے۔ یعنی (1) ان تصریفات کا ذکر ہوتا ہے جن سے جملے میں الفاظ، زمانہ، تعداد، جنس اور حالت کے اظہار کے لیے گزرتے ہیں اور (2) اس کے علاوہ

نئے نئے الفاظ کی تعمیر و تشکیل کے لیے لفظوں میں پابند روپ آتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی صَرف سے ہوتا ہے صرف میں الفاظ کی درجہ بندی، تصریف اور اشتقاق سے بحث ہوتی ہے۔ مشتقات و مرکبات زبان کے صرفی مطالعے کا ایک اہم جز ہے، لہٰذا اس کتاب کے دوسرے باب کے تحت تشکیل الفاظ سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں اردو زبان پر لسانی مستعاریت کے اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ باب لسانی مستعاریت کی ضرورت اور اہمیت کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ اور ان تمام نئے الفاظ و تراکیب کو موضوع تحقیق بناتا ہے جو دوسری زبانوں سے اردو زبان میں در آئی ہیں۔ اُردو زبان میں مستعمل مستعار لسانی سرمائے کو مخلوطیت (Hybridzation) انجذاب (Absorbtion) اور محلولیت (Assimilation) کے دائرے میں پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو زبان میں کوڈ مِکسنگ Code Mixing اور

کوڈ سوئچنگ Code Switching کے بڑھتے چلن کے اسباب و مقاصد کا تجزیہ بھی اس باب میں پیش کیا گیا ہے۔اس مطالعے کا باب چہارم اردو میں نظر آنے والے معنوی تغیرات کو موضوعِ تحقیق بناتا ہے۔یہ ایک مسلمہ لسانیاتی اصول ہے کہ الفاظ غیر شعوری طور پر نئے معنوں میں استعمال ہونے لگتے ہیں یا پھر ان کے معنی میں اضافہ یا ترمیم کر دیا جاتا ہے۔یہ معنوی تبدیلی بعض صورتوں میں اتنی گہری ہوتی ہے کہ ان الفاظ کی ظاہری اور معنوی ساخت کی پہچان بھی مشکل ہو جاتی ہے۔اس باب میں اُردو زبان میں معنوی تغیرات کا تجزیہ، تغیر معنی، توسیع معنی اور تقلیل معنی کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔آخر میں اس تحقیقی مطالعے کا ماحصل ہے۔اس میں مطالعے کا خلاصہ اور نتائج پیش کیے گئے ہیں۔آخر میں کتابیات کے زیرِ عنوان ان دستاویزی ماخذوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔

●●●

ابتدائیہ

اُردو کی ادبی اور لسانی تہذیب کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُردو کے سرمایۂ الفاظ کو بہ خوبی سمجھا جائے۔ زبان میں لفظ کی حیثیت مقدم ہوتی ہے۔ زندہ زبانوں میں الفاظ و استعمالات بدلتے رہتے ہیں اور یہ تبدیلی زبان کی زندگی کی ضامن ہوتی ہے۔ لہٰذا اصولِ لفظ سازی کا تجزیہ اردو کے سنجیدہ طالب علم کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ وہ لفظوں کی تہہ تک پہنچ سکے۔ گوکہ اُردو جیسی وسیع اور زندہ زبان میں ہر لفظ کی تہہ تک پہنچنا پیچیدہ ذہنی عمل ہے لیکن یہ ناممکن نہیں۔ کیوں کہ ہندوستان کی دیگر زبانوں میں لفظ کے اشتقاق پر علمی پیمانے پر تحقیق ہو رہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُردو کے اصولِ لفظ سازی پر بھی توجہ کی جائے۔

جیسا کہ ہم سب واقف ہیں ہر زبان کا ایک مخصوص صوتی نظام ہوتا ہے اور یہ اتنا مکمل نہیں ہوتا کہ اس میں دوسری زبانوں کے اصوات کو بھی بہ خوبی ادا کیا جائے لہٰذا مستعاریت کے عمل میں صوتی تصریف و تحریف لازمی ہے۔ لسانی سطح پر مستعاریت کا یہ رشتہ بغیر لسانی روابط (Linguistic Contact) کے ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصولِ لفظ سازی کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے صوتی اور معنوی شناخت اور زمانہ بہ زمانہ تبدیل ہوتی ہوئی صورتوں کے حقائق کو بھی ذہن میں رکھنا لازمی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں "مستعاریت" اور مستعاریت کے صوتی اور معنوی پہلوؤں

کو بھی موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔ مستعاریت کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً نئے تصورات و مفاہیم کے خاطر خواہ اظہار کے لیے بھی الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں۔ اور اس طرح لفظ اپنے نئے صوتی اور معنوی مزاج کے ساتھ حصولی زبان کی لفظیات کا ناگزیر حصہ بن جاتا ہے۔

اس کتاب میں مستعاریت، اشتقاقیت، تصریفیت، ترکیبیت، توسیعیت، اسمیت اور تقلیلیت جیسے اہم طریقۂ کار کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ لفظ کی تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ ان لسانی عوامل کو بہ خوبی سمجھا جا سکے۔ کیوں کہ لفظ ایک یا ایک سے زائد مارفیموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ایک سے زائد مارفیموں پر مشتمل لفظ میں ایک آزاد اور ایک پابند مارفیم ہوتا ہے۔ آزاد مارفیم وہ بامعنی لسانی اکائی ہے جو آزادانہ طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے اور پابند مارفیم وہ معنوی اکائی ہے جو آزادانہ طور پر استعمال نہیں ہوتی ہے۔ پابند مارفیم کی اکائی لفظ کے شروع، درمیان یا آخر میں استعمال ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے نئے لفظ وضع کیے جاتے ہیں اور یہ الفاظ زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ اس عمل کو مشتقات میں شامل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں ایک باب مشتقات کو موضوع گفتگو بناتا ہے۔

مجھے انتہائی مسرت ہے کہ یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے شائع ہو رہی ہے۔ میں قومی کونسل برائے فروغ زبانِ اُردو کے ارباب حل وعقد اور خاص کر اس کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کو اپنے اشاعتی گوشوارہ میں شامل کیا۔ استاد محترم پروفیسر مسعود حسین خاں اور پروفیسر عبدالعظیم کی رہنمائی کا میں بطور خاص شکر گزار ہوں۔ میں بزرگوں میں خان آرزو، شان الحق حقی، رشید حسن خاں، پروفیسر گوپی چند نارنگ اور جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا شکر گزار ہوں کیونکہ ان کی تحریروں اور ان کے علم سے اکتساب کیے بغیر میرے لیے اس مواد کو کتابی شکل دینا ممکن نہ تھا۔ میں ڈاکٹر عبدالرشید، پروفیسر خطیب مصطفیٰ اور پروفیسر نذیر احمد ملک کا بھی ممنون ہوں کیونکہ ان کی پیش کردہ معلومات میرے لیے ہمیشہ کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔

کتاب کے اشاعتی مرحلے میں عزیزی ڈاکٹر آفتاب احمد فریدی نے مجھے بہت سی زحمتوں سے بچالیا، میں ان کے لیے دعا گو ہوں۔

علی رفاد فتیحی

فہرست مضامین

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

●●●

پہلا باب

امدادی لفظ اور لغوی لفظ کا لسانی فرق

زبان، الفاظ کا وہ بامعنی نظام ہے جس میں اظہار کی بے پناہ قوت ہوتی ہے۔ یوں تو زبان کا بنیادی جزو، وہ سادہ اور مفرد آواز ہے جو بامعنی نہیں ہوتی لیکن جب یہ آوازیں باہم مل کر لفظ بناتی ہیں تو اس میں معنویت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا لفظ زبان کی وہ اہم ترین ساختیاتی اکائی ہے جو بامعنی ہے اور ترسیل خیال میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ الفاظ دیگر الفاظ، اشیا، مظاہر اور حسی تجربوں کا علامتی تبدل ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ انسانی ذہن کا فطری عمل ہے۔ یہ عمل مادی اور غیر مادی ارضی، فطری و غیر فطری اشیا و اوصاف کا احاطہ کرتا ہے۔ لفظ ان مشاہدات اور تجربات کا وہ طاقت ور لسانی اظہار ہے جو بولنے والے کے مافی الضمیر کو قاری یا سامع کے ذہن میں منکشف کر دیتا ہے۔ بالعموم ہر لفظ متعین، طے شدہ اور متوقع صورتوں میں معنی کی ترسیل کرتا ہے۔ نتیجتاً سننے والے اور کہنے والے کے درمیان کوئی دھند، رکاوٹ یا تذبذب کا کوئی احساس حائل نہیں ہوتا نہ ہی تعین معنی کے بعد استعجاب کی کسی کیفیت کا تجربہ ہوتا ہے۔ عام بول چال کی زبان میں الفاظ متعلقہ شے کے وجود کی نمائندگی محض کا فرض انجام دیتے ہیں کیوں کہ کاروباری زبان میں الفاظ اپنے محدود لغوی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کا معنوی دائرہ بھی محدود ہوتا ہے۔ تخلیقی زبان میں لفظ کے استعمال کا دائرہ مختلف ہوتا ہے۔ تخلیقی زبان میں لفظ متعلقہ شے کے وجود کا نہیں بلکہ اس کے لمحہ بہ لمحہ

بڑھتے اور پھیلتے ہوئے تصور کا انکشاف ہے۔ تخلیقی زبان میں تعین معنی کا عمل متعلقہ شے کو محض ایک نیا نام اور نیا آہنگ ہی نہیں عطا کرتا بلکہ اسے ایک نئی معنویت سے بھی ہمکنار کرتا ہے۔ کاروباری زبان میں لفظ کسی مخفی اور پراسرار معنویت کو بھید نہیں پاتا اس کی وجہ بے خبری نہیں، بلکہ وہ بے بصری ہے جو مانوس اشیا کے نمایاں وجود سے پیدا ہوتی ہے یعنی کاروباری زبان میں لفظ اپنے مخصوص معنوی دائرے میں گردش کرتا ہے اس کے برعکس تخلیقی زبان میں لفظ و معنی کا رشتہ پیچیدہ ترین ہوتا ہے۔ کیوں کہ تخلیقی زبان میں لفظ لغوی مفہوم کے کوزے میں محصور نہیں ہوتا بلکہ اس کے مفہوم کی لہریں بہ یک وقت کئی سمتوں میں سفر کرتی ہیں اور ان کی وساطت سے وسیع تر حقیقت تک پہنچا جاسکتا ہے لفظ کی معنوی تہداری لفظ کو اپنی ماہیت اور تفاعل کے لحاظ سے بہت ہی پیچیدہ اور مبہم بنادیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ کی کوئی واضح متعین اور حتمی تعریف سامنے نہیں آسکی ہے۔ ماہرین لسانیات نے لفظ کی متعدد تعریفیں بیان کی ہیں نیز علم لسانیات کی مدد سے اس کی جہات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کوئی متفقہ تعریف پیش نہیں کر سکے ہیں۔ مثلاً آگڈن اور رچرڈ اپنی کتاب ''معنی'' میں محولہ تصور (Reference) محولہ شے (Referent) اور علامت (Symbol) کی بات کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں علامت محولہ تصور کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے برعکس المان (Ulman) اپنی کتاب Principles of Semantics میں معنی، نام اور مفہوم کے آپسی تعلق کی بات کرتا ہے۔ ان تعریفوں میں اشیا اور علامت میں اتصال، ہم آہنگی اور ربط پر خاص زور دیا گیا ہے جو وسیع تر دائرۂ عمل کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ بعض تعریفیں لفظ کے ترسیلی عمل کی طرف اشارہ کرتی ہیں اس تعریف کی روشنی میں لفظ کی تقسیم اور درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ یوں تو ماہرین لسانیات نے لفظ کی بہت سی قسموں پر روشنی ڈالی ہے لیکن بعض ماہرین نے لفظ کے طرز عمل کو ملحوظ نظر رکھ کر لفظ کی مندرجہ ذیل دو قسمیں گنائی ہیں:

(1) تفاعلی یا امدادی لفظ اور (2) لغوی لفظ

تفاعلی یا امدادی لفظ:

دنیا کی کسی بھی زبان کا اگر ہم بہ غور تجزیہ کریں تو محسوس ہوگا کہ اس زبان کے جملوں میں بعض لفظ صرف امدادی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ان الفاظ کی اپنی کوئی معنوی حیثیت نہیں ہوتی

اور وہ صرف جملے کی نحوی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ لسانیات میں ایسے الفاظ ''امدادی الفاظ'' یا ''تفاعلی الفاظ'' کہلاتے ہیں۔ چوں کہ ان الفاظ کی کوئی معنوی حیثیت نہیں ہوتی لہٰذا یہ ترسیل خیال میں نمایاں رول انجام نہیں دیتے لیکن نحوی اعتبار سے یہ الفاظ خاص اہمیت کے حامل ہیں لہٰذا جملوں میں ان کی نمایاں نحوی اہمیت ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار بہ خوبی انجام دیتے ہیں۔ مثلاً اس جملے میں ''کتاب میز پر ہے'' میں ''کتاب'' ''میز'' اور ''ہے'' لغوی الفاظ ہیں لیکن ''پر'' ایک امدادی لفظ ہے کیوں کہ اس کی کوئی معنوی اہمیت نہیں ہے اور یہ صرف جملے کی قواعدی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ لغوی معنی سے عاری ہونے کے باعث ان الفاظ کو امدادی لفظ کہا جاتا ہے۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ امدادی لفظ لغوی معنی کے حامل نہیں ہوتے بلکہ صرف جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انھیں 'ساخت نشان' الفاظ یا صرف 'نشان گر' بھی کہا جاتا ہے۔ اُردو قواعد میں انھیں حروف کہتے ہیں جس کا واحد 'حرف' ہے۔ یوں تو یہ دراصل الفاظ ہیں لیکن لغوی معنی سے عاری ہونے کے باعث انھیں عام لفظ سے ممتاز کرنے کے لیے حرف کہا جاتا ہے، یہ اس مکتوبی حرف سے مختلف ہے جو صوتیے کا نمائندہ ہوتا ہے۔ یہ امدادی الفاظ کسی زمانے میں تصریفی زبانوں کے پابند صرفیے رہے ہوں گے جو الفاظ کے مادّوں سے الگ ہو کر رفتہ رفتہ مستقل الفاظ بن گئے اور اب جدید تحلیلی زبانوں میں جملوں کی ساخت میں وہی کام انجام دیتے ہیں جو پابند صرفیے لفظ کے مادّوں سے متصل ہو کر قدیم تصریفی زبانوں میں ادا کرتے تھے اور آج بھی تصریفی زبانوں میں ادا کرتے ہیں۔ چوں کہ ان الفاظ کے ذمّے صرف قواعدی وظائف کی ادائیگی ہے اس لیے انھیں تفاعلی الفاظ بھی کہا جاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوں کہ یہ الفاظ صرف قواعدی وظائف کی ذمے داری ادا کرتے ہیں لہٰذا انھیں تفاعلی الفاظ بھی کہا جاسکتا ہے۔ گویا تفاعلی لفظ اردو قواعد کا وہ لفظ ہے جسے اصطلاحاً حرف کہا جاتا ہے لیکن یہ حرف مکتوبی حرف سے مختلف ہے۔ ماہرین لسانیات نے مندرجہ ذیل امدادی الفاظ کی نشان دہی کی ہے۔

(1) حرف جار (Post Position):

اُردو میں حرف جار کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ مفرد حرف جار اور مرکب حرف جار۔

مفرد حرف جار:

یہ الفاظ اُردو جملے میں لغوی الفاظ کے باہمی، معنوی اور قواعدی، دونوں رشتے ظاہر کرتے ہیں۔ حرف جار، کا کو چھوڑ کر یہ تمام الفاظ جار غیر منصرف ہوتے ہیں۔ حرف جار کے اثر سے وہ مذکر اسم واحد جس کے آخر میں / ا / ہو / ے / میں اور جمع کی صورت میں / وں / میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسے "لڑکا" / لڑکے نے / لڑکوں نے / وغیرہ۔ اسے اردو لسانیات کی اصطلاح میں امالہ کہتے ہیں۔ اُردو میں حرف جار ہمیشہ اسم کے بعد آتے ہیں جیسے "گھر میں"، "سر پر"، "اُردو میں" وغیرہ۔ اُردو قواعد کے مطابق "میں گھر" یا "پر سر" بے معنی ہیں۔ مرکب حروف جار کی صورت میں اسم درمیان میں بھی آ سکتا ہے، جیسے: "اندر گھر کے"، "اوپر آسمان کے" لیکن یہ استعمال متروک ہے۔ کچھ زبانوں جیسے انگریزی اور فارسی میں کلمہ جار اسم سے قبل آتا ہے جیسے فارسی میں / درخانہ /۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی اور انگریزی زبان میں یہ امدادی الفاظ بالعموم اسم کے شروع میں آتے ہیں لہٰذا انھیں اصطلاحاً Preposition کہا جاتا ہے۔ اُردو اور دیگر ہند آریائی زبانوں میں یہ صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ان زبانوں میں حرف جار اسم کے بعد آتے ہیں لہٰذا لسانیاتی اصطلاح میں انھیں Postposition کہا جاتا ہے۔ حروف جار اردو میں اہم امدادی الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ اردو جملوں میں لغوی الفاظ کے باہمی معنوی اور نحوی رشتے ظاہر کرتے ہیں۔ اُردو زبان میں، میں، سے، پر، کو، تک، نے اور کا، کے، کی مفرد حرف جار ہیں۔ لہٰذا انھیں امدادی لفظ کی حیثیت حاصل ہے۔

اُردو کے مفرد حروف جار:

میں: کمرے میں کرسیاں ہیں
آگرہ میں تاج محل ہے

سے: وہ بس سے آئے گا
چاقو سے سیب کاٹو

پر: میز پر کتاب ہے
اس پر بہت بوجھ ہے

کو: حامد کو بلاؤ

احمد کو چائے دو

تک: وہ شام تک آئے گا

کالج سے گھر تک آؤ

نے: میں نے کتاب پڑھی ہے

کیا آپ نے کھانا کھالیا

کا: یہ حامد کا گھوڑا ہے

کے: یہ حامد کے بچے ہیں

کی: یہ حامد کی بیٹی ہے

اُردو کے مرکب حروف جار:

اردو کے مرکب حروف جار اُردو جملے میں لغوی الفاظ کے باہمی، معنوی اور قواعدی، دونوں رشتے ظاہر کرتے ہیں۔ انھیں مرکب کے خانے میں رکھنے کی بنیادی وجہ ان میں ایک سے زائد لفظ کا استعمال ہے۔ حرف جار، کا کو چھوڑ کر یہ تمام الفاظ جار غیر منصرف ہوتے ہیں۔

کے پاس،

کے اوپر،

کے باہر،

سے باہر،

کے ساتھ،

کے مطابق،

کے لحاظ سے،

کے لیے،

کے قبل،

کے بعد،

کے پہلے،

کے سمیت،

کے آگے،
کے پیچھے،
کے قریب،
کے نزدیک،
کے بغیر،
کے ساتھ،
کی نسبت،
کی طرف،
کی طرف سے،
کی وجہ سے۔

ان مثالوں کو بہ غور دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ حروف جار "کا" کو چھوڑ کر دیگر تمام حروف جار غیر منصرف ہیں یعنی ان کی ہیئت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور وہ ہر صورت میں اپنی ہیئت میں ہی استعمال ہوتے ہیں حرف جار "کا" واحد ایسی مثال ہے جس کی ہیئت میں تبدیلی ہوتی ہے۔

(2) حرف عطف:

حرف عطف کی اصطلاح اُردو زبان میں ان "الفاظ" کے لیے مستعمل ہے جو لفظوں یا جملوں کو جوڑنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اردو میں ایسے امدادی الفاظ کی ایک طویل فہرست ہے جو لفظوں کو، جملوں کو جوڑنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اردو امدادی الفاظ اور، لیکن، اس لیے، تا کہ، چنانچہ، لہٰذا، سو، پس، پھر، بلکہ، گویا، چوں کہ، کے لیے، حرف عطف کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے کیوں کہ یہ امدادی الفاظ جملوں کو آپس میں جوڑتے ہیں۔

اور: حامد اور محمود کل آئیں گے
وہ آئے گا اور میں جاؤں گا

لیکن: میں صبح جاتا لیکن بارش شروع ہو گئی
میں نے اسے بلایا لیکن وہ نہیں آیا

اس لیے: وہ نہیں جا سکتا ہے اس لیے آپ جائیے

آپ سے ملنا چاہتا تھا اس لیے میں آ گیا

تا کہ: خوب پڑھو تا کہ کامیاب ہو سکو
محنت کیجیے تا کہ کامیاب ہو سکیں

چنانچہ: میں نے اسے منع کیا تھا چنانچہ وہ نہیں آیا

لہٰذا: آپ نہیں آئے لہٰذا وہ نہیں آیا
بارش ہونے لگی لہٰذا وہ نہیں آیا

پھر: میں نے بلایا پھر بھی وہ نہیں آیا

بلکہ: آپ آئیے بلکہ اسے بھی بلا لیجیے

گویا: وہ یوں چیخا گویا قیامت آ گئی

چونکہ: چونکہ شام ہو گئی ہے لہٰذا گھر چلتے ہیں

نہ: نہ تم آئے نہ وہ آیا

خواہ: خواہ تم لوگ آؤ نہ آؤ میں تو جاؤں گا

جو: وہ لڑکا جو کل آیا تھا آج بھی آیا ہے

جب: جب بھی میں آتا ہوں وہ بھی آ جاتا ہے

جہاں: جہاں بھی میں رہوں وہاں وہ بھی پہنچ جاتا ہے

کہ: حامد نے کہا کہ وہ نہیں آئے گا

حالانکہ: وہ نہیں آیا حالانکہ اسے بلایا گیا تھا

یا: تم جاؤ یا وہ جائے

تو: وہ آتا تو میں جاتا
وہ آیا تو میں جاؤں گا

و: رنج و غم۔ نشیب و فراز۔ گل و بلبل

ان مثالوں کو بہ غور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امدادی الفاظ "حرف جار" کی طرح غیر منصرف ہوتے ہیں یعنی ان کی ہیئت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ جملوں میں اپنی بنیادی ہیئت میں استعمال ہوتے ہیں چوں کہ یہ الفاظ امدادی الفاظ ہیں لہٰذا یہ جملے کی نحوی

ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ حروف عطف دو لفظوں کو آپس میں ملانے والے حروف ہیں۔ یعنی جو حروف دو الفاظ کو جوڑیں یا دو سے زائد مرکب یا پیچیدہ جملوں کو جوڑیں حروفِ عطف کہلاتے ہیں۔ اُردو میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا حرف ربط ''اور'' ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کئی حروف اس ذیل میں آتے ہیں مثلاً پھر، کر، کے، یا وغیرہ۔ ان حروف کے استعمال کی بہت سی صورتیں ہیں جنھیں مختصراً مندرجہ ذیل زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یعنی وصل، تردید، استدراک، استثنا، شرط، علت اور بیانیہ۔ بہ الفاظ دیگر یہ حرف عطف کی ذیلی شکلیں ہیں۔ ان تمام زمروں کی تفصیلات نیچے پیش کی جا رہی ہے۔

2-(I) وصل:

وصل کا مطلب ہے ملانا۔ جب حرف عطف دو الفاظ یا جملوں کو ملائے تو اسے وصل کہا جاتا ہے۔ جیسے:

احمد اور محمود آئے تھے

احمد آیا اور چلا گیا

وہ آیا یا نہیں

تم کیا گئے کیا آئے

تم جاؤ یا یہیں رہو

قدیم اُردو میں لفظ ''ہو'' استعمال ہوتا تھا جو کہ اب بھی دکنی اردو میں مستعمل ہے لیکن اُردو میں اب ''اور'' کا چلن ہے۔ فارسی کا محض ''وْ'' بھی اس کا متبادل ہے جو کہ عربی سے فارسی میں آیا تھا۔ ''اور'' کے ذریعے دو جملوں کو ملانے کا عمل اتنا ہے کہ شاید مثال دینے کی بھی ضرورت نہیں البتہ محض ''وْ'' کے ذریعے اُردو میں دو جملوں کو ملانے کی کوئی مثال، کم از کم جدید اُردو میں ڈھونڈنا محال ہے۔ شاعری میں البتہ اس کی مثالیں مل جاتی ہیں۔

عزیز مستِ سخن ہو ویا کہ سوتے ہو

اُٹھو اُٹھو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا

بعض اوقات 'اور' کا لفظ حذف ہوتا ہے لیکن اس کے معانی موجود رہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ پاؤں دھولو یعنی ہاتھ اور پاؤں دھولو۔ اسی طرح ذیل کے جملوں میں اور کا مفہوم موجود ہے

لیکن اور کا استعمال خلافِ محاورہ سمجھا جائے گا۔

کھیل کود میں وقت ضائع مت کرو۔

دن رات یہی مشغلہ رہتا ہے۔

برے بھلے میں تمیز کرنا سیکھو۔

دکھ سکھ میں کام آنا چاہیے۔

چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے ہو کیا؟

دوست دشمن سبھی وہاں موجود تھے۔

اپنا پرایا دیکھ کے بات کرنی چاہیے۔

کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

سینے پرونے کا کام کر لیتی ہوں۔

چھوٹے بڑے کا لحاظ ہی نہیں اسے۔

امیر غریب کا یہاں کوئی فرق نہیں۔

یہ سب ایسے جملے تھے جن میں ''اور'' کا مفہوم موجود ہے لیکن خود یہ لفظ غائب ہے۔

بعض اوقات اور کا لفظ موجود ہوتا ہے لیکن وصل کے معنی نہیں دیتا مثلاً:

اور بہ معنی مختلف:

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

اور بہ معنی مزید:

کوئی دن گر زندگانی اور ہے

اور بہ معنی علاوہ رسوا:

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور

بعض اوقات اور کا لفظ دو لفظوں کو ملانے کے بجائے بالکل الگ الگ کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مثلاً یہ منہ اور مسور کی دال۔ غالب کے یہاں بھی اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسخِ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا
کہاں مے خانے کا دروازہ غالب! اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں، کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

'پھر' کا لفظ بھی وصل کے لیے آتا ہے مثلاً پہلے کھانا کھاؤ پھر باہر جانا۔ امدادی فعل ہونا کے مشتقات بھی وصل کا مفہوم دیتے ہیں:

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اسی طرح / کر / کے، جب فعل کے بعد آتے ہیں تو وصل کا مفہوم دیتے ہیں مثلاً:

کھانا کھا کر جانا
وہ ابھی سو کر نہیں اٹھے
میں کتاب ختم کر کے جاؤں گا
وہاں جا کے بیٹھے نہ رہنا

2-(II) استدراک:

جب پہلے جملے میں کسی طرح کا شبہ واقع ہو تو دوسرے جملے میں جن الفاظ کو لا کر وہ شبہ دور کرتے ہیں وہ حروف استدراک کہلاتے ہیں۔ مثلاً البتہ، اگرچہ، اِلّا، بارے، بلکہ، پر، پہ، تو، سو، گو، لیکن وغیرہ:

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

یا

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے

گو اور بارے کی مثال:

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے ہم
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

گواور لیکن کی مثال:

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

سو کی مثال:

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجئے
ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

پر کی مثال:

آج ہم اپنی پریشانیٔ خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں

پہ کی مثال:

ہوئی آکے پیری میں قدرِ جوانی
سمجھ ہم کو آئی پہ ناوقت آئی

2-(III) استثنا:

حروف استثنا وہ حروفِ عطف ہیں جن کا مقصد ایک شے سے دوسری شے الگ کرنا ہو مثلاً بجز، سوائے، سوا، لیکن، مگر وغیرہ۔

لیکن کی مثال:

میں تم سے پیار کرتا ہوں لیکن تمھیں میرا ذرا بھی خیال نہیں

جز کی مثال:

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار
صحرا مگر بہ تنگیٔ چشمِ حسود تھا

سوائے کی مثال:

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ مشک بو کیا ہے؟

2_(iv) شرط:

''اگر محنت کرو گے تو پھل پاؤ گے'' اس جملے میں پھل پانے کے لیے محنت ایک شرط ہے اور 'اگر' حرفِ شرط۔ اُردو کے دیگر حروفِ شرط یہ ہیں۔ گر، اگرچہ، از بس، از بسکہ، جب، جب جب، جو، جس دم، جو کہ، جوں، چوں کہ، گو، گو کہ، تا، تا کہ، تا وقتے کہ، ہر گاہ، خواہ کیوں نہ، نہیں تو، ورنہ، وگرنہ، گر اصل میں اگر کا مخفف ہے اور شعری ضرورتوں کے تحت استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

گر: میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

اگر: کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا

اگرچہ: غم اگرچہ جاں گسل ہے، پہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا

گرچہ: گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب
آستیں میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں نشتر نکلا

جو: اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

جب کہ جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

2_(v) علت:

وہ حروف جن سے کسی بات کا سبب ظاہر ہو حروفِ علت کہلاتے ہیں۔ مثلاً کیونکر، کیونکہ، اس لیے کہ، اس واسطے، اس باعث کہ، تا کہ، تا لہٰذا وغیرہ۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

کیوں کر:

کیونکر اس بات سے رکھوں بجان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے
مستانہ طے کروں ہوں رہ وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

2۔(vi) بیانیہ:

''کہ'' حرف بیانیہ ہے اور دو جملوں کو ملانے کے کام آتا ہے۔ مولوی عبدالحق کے بہ قول یہ حرف عموماً مقولے کے بعد آتا ہے اور مقصد، ارادہ، امید، خواہش، رجحان، حکم، نصیحت، مشورہ، ڈر، اجازت، ضرورت یا فرض کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے دور چل دوں۔ میں نے کہا کہ تمھارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں

(3) حرف فجائیہ:

امدادی الفاظ کی تیسری قسم حرف فجائیہ ہے۔ اُردو کے وہ الفاظ جو ''حیرت''، ''تاسف'' یا ''مسرت'' کا اظہار کرتے ہیں اردو قواعد میں اصطلاحاً فجائیہ کہلاتے ہیں۔ اردو میں ایک بڑی تعداد ایسے الفاظ کی ہے جن سے حیرت، تاسف یا مسرت کا اظہار ہوتا ہے لہٰذا ایسے الفاظ حرف فجائیہ کے زمرے میں شامل ہیں۔ معنوی فرق کی بنیاد پر ان امدادی الفاظ کو مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(I) حرف فجائیہ برائے اظہار تحسین و مسرت

اس خانے میں ان امدادی الفاظ کی درجہ بندی کی جاتی ہے جو معنوی اعتبار سے تحسین و آفرین اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُردو میں ایسے کئی امدادی الفاظ ہیں جن سے تحسین و آفرین کا اظہار ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ، واہ واہ، سبحان اللہ، اس کی چند مثالیں ہیں۔

ماشاء اللہ: ماشاء اللہ آپ کا بچہ بہت ذہین ہے

سبحان اللہ: سبحان اللہ! کیا بات ہے

واہ واہ: واہ واہ کتنی عمدہ کار ہے

کیا بات ہے واہ واہ کیا بات ہے

(II) حرف فجائیہ برائے اظہار حیرت

جن امدادی الفاظ سے حیرت واستعجاب کا اظہار ہوتا ہے انھیں بالعموم اس خانے میں رکھتے ہیں۔اردو امدادی الفاظ "افوہ" یا "ارے" اس کی چند مثالیں ہیں۔

افوہ: افوہ یہ کب ہوا

ارے: ارے آپ کب آئے؟

(III) حرف فجائیہ برائے اظہار ناپسندیدگی:

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اُردو میں بھی ایسے کئی الفاظ امدادی لفظ ہیں جن سے نفرت یا ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے "لاحول ولاقوۃ"، "چھی چھی"، "آنہہ"۔اردو کے ایسے چند امدادی الفاظ ہیں جن سے ناپسندیدگی یا نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔

لاحول ولاقوۃ: لاحول ولاقوۃ کیا بکواس ہے

چھی چھی: چھی چھی کیا کر رہے ہو

(IV) حرف فجائیہ برائے اظہار حسرت

اس خانے میں ان امدادی الفاظ کو یکجا کیا جاتا ہے جو معنوی اعتبار سے "حسرت" کا اظہار کرتے ہیں اردو میں ایسے کئی امدادی الفاظ ہیں جن سے حسرت کا اظہار ہوتا ہے۔مثلاً امدادی لفظ "کاش" ایک کلمہ حسرت ہے کیوں کہ اس امدادی لفظ سے حسرت کا اظہار ہوتا ہے۔

کاش: کاش آج بارش ہو جاتی

کاش وہ آجاتا

(V) حرف فجائیہ بہ حیثیت کلمۂ دعائیہ

دیگر کئی زبانوں کی طرح اردو میں بھی ایسے کئی امدادی لفظ ہیں جنھیں بہ حیثیت کلمہ دعائیہ استعمال کیا جاتا ہے۔معنوی اعتبار سے یہ امدادی "الفاظ" "خواہشات" کا اظہار کرتے ہیں

مثلاً: ''خدا کرے'' ''خدارا'' ''اللہ کرے'' ایسے چند امدادی الفاظ ہیں جن سے خواہشات کا اظہار ہوتا ہے۔

خدا کرے:	خدا کرے آج بارش نہ ہو
خدارا:	خدارا خاموش ہو جایئے
اللہ کرے:	اللہ کرے آپ زندگی میں کامیاب ہوں

(4) تخصیص:

حروف تخصیص ان حروف کو کہتے ہیں جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ آکر ان میں خصوصیت کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً تو، ہی، بھی، صرف، محض، اکیلا، اک، فقط، نرا، تنہا بس، خالی۔ ان میں دو حروف یعنی ہی اور تو خاص طور پر قابل توجہ ہیں اور مرزا غالب نے ہماری سہولت کے لیے دونوں کو اس شعر میں یک جا کر دیا ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رُلائے کیوں

(5) حرف ندائیہ:

حرف فجائیہ اور تخصیص کے بعد امدادی الفاظ کی ایک دوسری اہم قسم حرف ندائیہ ہے۔ وہ امدادی لفظ جو کسی کو مخاطب کرنے یا کسی کی توجہ متکلم کی طرف منعطف کرنے کے لیے استعمال میں آئیں انھیں اردو قواعد میں اصطلاحاً مخاطب کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

اے:	اے لڑکے سنو
ارے:	ارے سنو بھائی

(6) حرف اثبات و نفی:

امدادی لفظ کی ایک دوسری قسم حرف اثبات و نفی ہے۔ یہ امدادی لفظ ''اثبات'' یا ''نفی'' کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اُردو قواعد میں اصطلاحاً حرف اثبات و نفی کہلاتے ہیں۔ اردو امدادی الفاظ 'ہاں'، 'نہیں'، 'جی'، 'ہاں'، 'جی نہیں' حرف اثبات و نفی ہیں۔

ہاں:	ہاں میں آؤں گا
جی ہاں:	جی ہاں میں ضرور آؤں گا

نہیں: نہیں میں نہیں آسکتا

جی نہیں: جی نہیں

(7) حرف تردید

جب حرف عطف دو الفاظ یا جملوں میں نفی کا تعلق ظاہر کرے تو اسے حرف تردید کہتے ہیں مثلاً نہ اور خواہ کا استعمال دیکھیے۔

نہ: تم آئے نہ نیند آئی

خواہ: خواہ تم آؤ خواہ نہ آؤ (یا خواہ تم آؤ یا نہ آؤ)

یا، تو، خواہ، چاہے، چاہو، کہ وغیرہ اُردو میں حروف تردید شمار کیے جاتے ہیں۔ ان سے کئی طرح کے کام لیے جاتے ہیں مثلاً دو چیزوں کے یکجا ہونے کو روکا جاتا ہے، جیسے، تمھیں زندگی چاہیے یا موت۔ ظاہر ہے کہ دونوں چیزیں بیک وقت ممکن نہیں ہیں اس لیے یا ایک حرف تردید ہے۔ کبھی کبھی اس کے ساتھ "تو" کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے۔

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بت بے باک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

خواہ کا لفظ فارسی کے مصدر خواستن سے نکلا ہے اور "چاہنا" کا مطلب دیتا ہے۔ "چاہو آؤ، چاہو نہ آؤ" اور اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں۔ خواہ آؤ خواہ نہ آؤ، اور آخر میں ایک مثال حرف تردید کی۔

حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

(8) حرف تاکید:

حرف تاکید امدادی لفظ کی وہ قسم ہے جو بیان میں زور پیدا کرنے یا صراحت کے لیے استعمال ہوتی ہے اردو قواعد میں انھیں اصطلاحاً حرف تاکید کہا جاتا ہے۔ اردو امدادی الفاظ ہی، تو، بھی، سہی، ہرگز، حرف تاکید کی مثالیں ہیں:

ہی: میں کل ہی جاؤں گا

تو: آپ تو ایسے نہ تھے

بھی: میں بھی کل جاؤں گا

سہی: چلیے کل ہی سہی

ہرگز: ہرگز نہیں

امدادی الفاظ کی مذکورہ بالا قسمیں "لغوی معنی" کے حامل نہیں ہیں۔ یہ تمام امدادی الفاظ صرف جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔اس لیے قواعدی اعتبار سے وہ جملوں میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔اُردو میں امدادی الفاظ کثیر الاستعمال ہوتے ہیں۔اُردو کے بہت کم ایسے جملے ہوں گے جن میں امدادی الفاظ استعمال نہیں ہوتے ہوں یعنی اُردو میں بہت کم ایسی مثالیں ہیں جن میں امدادی الفاظ کا استعمال نہ ہوا ہو۔امدادی الفاظ کی ایک دوسری خاص بات ان کا غیر منصرف ہونا ہے۔یعنی ان الفاظ کے شروع یا آخر میں کسی سابقے یا لاحقے کا اضافہ ممکن نہیں کیونکہ یہ الفاظ غیر منصرف ہوتے ہیں۔امدادی الفاظ کے غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ان کی ہیئت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور جملوں میں یہ امدادی الفاظ اپنی بنیادی شکل میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔حرف جار" کا" اس اصول سے مستثنیٰ ہے کیوں کہ حرف جار" کا" قواعدی ضرورتوں کے مطابق" کے" اور" کی" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔چونکہ ان الفاظ میں کسی سابقے یا لاحقے کا اضافہ ممکن نہیں لہٰذا یہ امدادی الفاظ تشکیل لفظ یا لفظ سازی میں معاون ثابت نہیں ہوتے ہیں۔یہ الفاظ دیگر امدادی الفاظ کے غیر منصرف ہونے کی خصوصیت انھیں لفظ سازی کے دائرے سے باہر کر دیتی ہے۔

لغوی الفاظ:

اب تک جن اجزائے کلام سے بحث کی گئی ہے وہ ایسے امدادی الفاظ ہیں جو لغوی معنی کے حامل نہیں ہوتے بلکہ صرف جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔لیکن ہماری زبان میں کچھ ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کا تعلق معنوی دنیا کے توسط سے خارجی دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں قائم ہوتا ہے۔یہ تمام الفاظ بامعنی یا لسانیاتی اصطلاح میں لغوی معنی کے حامل ہوتے ہیں۔اجزائے کلام میں لغوی الفاظ (اسم اور فعل) بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔بے شک اُردو میں بعض جملے اسم کے بغیر بھی ملتے ہیں اور فعل کے بغیر بھی لیکن ایسے جملوں میں بھی لغوی الفاظ مقدر ہوتے ہیں۔چوں کہ امدادی الفاظ بھی اُردو جملوں میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اس

لیے قواعدی اعتبار سے وہ اسم و فعل کے ہم رتبہ ہیں۔ البتہ صفت اسم کی اور متعلق فعل کی صراحت کے لیے آتے ہیں اس لیے دونوں ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اور صفت اور متعلق فعل دونوں کے بغیر بھی اُردو جملے مکمل ہوتے ہیں۔ اگر چہ ضمیر قواعدی اعتبار سے منفرد مقام کی حامل ہے لیکن اسم کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے جملے میں اسے وہی اہمیت حاصل ہے جو اسم کو ہے۔ ان تفصیلات سے اُردو جملے میں لغوی الفاظ کی اضافی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لغوی لفظ کے معنی کو کلام کے سیاق کے بغیر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بہ الفاظ دیگر سیاق لفظوں کے مختلف معنی کو متعین کرتا ہے گویا سیاق معنی کا پورا سلسلہ قائم کر دیتا ہے۔ سیاق کے بغیر مفرد لفظ کے معنی محض نظریاتی ہوتے ہیں۔ گویا لفظ ''شے'' کی صوتی علامت ہے۔ فرڈیننڈ ڈی سا سسور (Ferdinand Saussure) لسانی علامت کو signifiant اور signifie میں تقسیم کرتا ہے۔ signifie اور signifiant کے رشتے کے عدم استحکام کی وجہ سے لفظ و معنی کی مندرجہ ذیل صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک مرکزی معنی اور دوسرا اطلاقی معنی۔ مرکزی معنی کو بالعموم لغوی معنی کہا جاتا ہے جب کہ اطلاقی معنی کے لیے عام فہم زبان میں سیاقی معنی کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ مرکزی معنی یا لغوی معنی کا تعلق زبان یا لانگ Langue سے ہے جب کہ اطلاقی یا سیاقی معنی کا تعلق تکلم یا Parole سے ہے۔ زبان میں الفاظ اپنے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ اطلاقی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو کثیر معنویت کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کثیر معنوی الفاظ کے متعلق یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ انھیں ایک لفظ تصوّر کیا جائے کہ کئی الفاظ۔ کیوں کہ لفظوں کے تاریخی ارتقا کا اگر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرکزی مفہوم سے کئی مفہوم پھوٹتے ہیں جو کثیر معنویت کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح لفظوں کا معنوی دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ کثیر معنویت ترسیل خیال میں اگر ایک جانب معاون ثابت ہوتی ہے تو دوسری جانب اس سے ابہام Vagueness کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ اگر ہم مترادفات اور ہم معنی الفاظ کا بہ غور جائزہ لیں تو ہم معنی الفاظ یا مترادفات میں ایک لطیف سا معنوی فرق نظر آتا ہے۔ مثلاً: چاند، قمر یا ہلال میں معنوی یکسانیت کے باوجود ایک لطیف سا معنوی فرق موجود ہے۔ بہر کیف مترادفات کا یہ بنیادی تصور معنوی یکسانیت پر انحصار کرتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر اگر ''الف''، ''ب'' کی ترجمانی کرتا ہے اور ''ب''، ''الف'' کی تو ''الف'' اور ''ب'' مترادفات کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم مندرجہ ذیل

جملوں کا جائزہ لیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان جملوں میں معنوی یکسانیت موجود ہے۔

وہ دیوانہ ہے،

وہ پاگل ہے،

وہ مجنوں ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مترادفات میں مندرجہ ذیل خصوصیات بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں۔

1۔ ان میں معنوی یکسانیت ہوتی ہیں

2۔ مترادفات ایک دوسرے کے متبادل ہوتے ہیں

لہٰذا کسی معنوی فرق کے بغیر کسی ایک لفظ کی جگہ دوسرے کا انتخاب ممکن ہے اور اسلوبیاتی ترجے میں یہ معاون ثابت ہوتے ہیں۔ مشہور ماہر معنیات جان لائنس John Lyons کے خیال میں مترادفات کو دو خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ حقیقی مترادفات

2۔ ذیلی مترادفات

حقیقی مترادفات معنوی اعتبار سے تقریباً یکساں ہوتے ہیں جب کہ ذیلی مترادفات ذیلی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مثلاً: قمر اور ہلال کی معنوی یکسانیت ذیلی مترادفات کے زمرے میں آتی ہے۔ کیوں کہ ہلال نئے چاند کو کہتے ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان معنوی رشتہ ذیلی معنوی رشتہ ہے۔

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ مترادفات میں درجاتی فرق نظر آتا ہے اگر ''قمر'' اور ''مہتاب'' معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں تو ضروری نہیں کہ قمر اور ہلال کے مابین بھی وہی معنوی یک رنگی موجود ہو۔ مترادفات کے دائرے میں مترادفات Cognitive کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ مترادفات Cognitive کا تعین یکساں خیال کی ترجمانی کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ 'آہ' بہ ظاہر تکلیف اور درد کا مترادف نہیں ہے۔ لیکن مترادفات Cognitive کے اصولوں کے مطابق اسے ہم تکلیف اور درد کا مترادف قرار دیتے ہیں۔

2۔اضداد:

دو الفاظ کے مابین معنوی تضاد سے اضداد کی تشکیل ہوتی ہے۔ گویا اضداد کے ایسے جوڑے ہوتے ہیں جو معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہوتے ہیں۔ ان جوڑوں کا کوئی ایک لفظ اگر اثبات کا پہلو ظاہر کرتا ہے تو اس کے برعکس دوسرا نفی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گویا کسی شے یا حقیقت کے سبب اور منفی، تذکیر و تانیث اور اس طرح کے دوسرے متضاد پہلوؤں کو اجاگر کرنے والے جوڑے متضاد الفاظ بناتے ہیں۔ متضاد الفاظ بالعموم دو خانوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ حقیقی تضاد اور درجاتی تضاد۔

1۔حقیقی تضاد:

متضاد الفاظ کے ایسے جوڑے جو حتمی متضاد صورتوں کی عکاسی کرتے ہوں۔ حقیقی تضاد کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر۔ مرنا اور جینا، رات اور دن وغیرہ یہ جوڑے قطعی اور حتمی طور پر ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی درجاتی صورت ممکن نہیں ہے۔

2۔درجاتی تضاد:

اس زمرے میں ایسے اضداد کا شمار ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے متضاد تو ضرور ہیں لیکن اس تضاد میں درجاتی فرق حائل ہوتا ہے۔ کتنا اور کیسا جیسے استفہامی الفاظ سے اس تضاد پر سوالیہ نشان بنائے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

سرد و گرم

لمبا اور ناٹا

شیریں اور تلخ

ماحول، حوالے، محل وقوع کی تبدیلیاں الفاظ کے متعیّن معنی و مفہوم میں تغیرات رونما کرتی ہیں۔ ان تغیرات کا مطالعہ Pragmatics کے دائرۂ عمل میں آتا ہے۔ کیوں کہ pragmatics کی دلچسپی لفظ کے لغوی معنی سے زیادہ لفظ کے سیاقی معنی میں ہوتی ہے گویا الفاظ کے معنی و مفہوم کے تعیّن میں لفظ کے سیاق کی کلیدی حیثیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم لسانیات میں مترادفات اور ان کے استعمال کے متعلق مسائل کا مطالعہ اس علم کی دو شاخوں (1) معنیات (Semantics) اور (2) (Pragmatics) کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

1۔معنیات:(Semantics) :

علم لسانیات کی اس شاخ میں لفظ اور معنی کے باہمی رشتے سے بحث کی جاتی ہے۔ اگر یہ بحث محض لفظ اور معنی کے باہمی رشتے تک محدود رہتی ہے تو اسے ہم لفظی معنیات (Lexical Semantics) کا نام دیتے ہیں۔ بہ صورت دیگر اسے معنیات کہتے ہیں۔ زیر نظر مقالے میں دائرہ گفتگو لفظی معنیات تک محدود ہے۔ کیونکہ یہ مقالہ الفاظ کے معنیاتی دائرے کو موضوع بحث بناتا ہے۔ لفظی معنیات میں لفظ و معنی کے باہمی رشتے کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ یہ باہمی رشتہ معنوی ہم آہنگی اور تضاد پر قائم ہوتا ہے۔ اس طرح الفاظ کو ہم مندرجہ ذیل دو خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

2۔مترادفات:

الفاظ کی معنوی ہم آہنگی مترادفات کا تصور پیش کرتی ہے۔ قواعد کی روایتی اصطلاحوں میں ایسے تمام الفاظ مترادفات کے زمرے میں آتے ہیں جن میں معنوی ہم آہنگی ہوتی ہے۔ لیکن جدید علم لسانیات مترادفات کے بنیادی تصور کا منکر ہے۔ ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ مترادفات میں ظاہری طور پر تو یقیناً ایک معنوی یکسانیت نظر آتی ہے لیکن اگر بہ نظر غائر جائزہ لیں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ معنوی یکسانیت superficial ہے۔ لفظ دراصل علامتوں کا صوتی اظہار ہے اور انسانی ذہن میں علامتوں کی تشکیل ایک ایسا ذہنی عمل ہے جسکی بنیاد حرکت پر قائم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے ذہن میں کسی ایک ہی علامت کی تشکیل مکمل طور پر یکسانیت کی حامل نہیں ہوتی۔ حرکت و حالات کے تغیرات تشکیل و علامت کے ذہنی عمل میں تبدیلیاں رونما کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کے ذہن میں ایک ہی شے کی الگ الگ تصویریں منعکس ہوتی ہیں۔ لہٰذا جب تعین مفہوم کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے تو کوئی ایک ہی لفظ مختلف ذہنوں میں ایک ہی تصویر کو مختلف معنوی جہتوں کے ساتھ منعکس کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس ساری بحث سے اس نتیجے تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوتی ہے کہ معنی و مفہوم کے لحاظ سے کوئی لفظ محض یک رخا نہیں ہوتا۔ اس لفظ میں بہت ساری جہتیں اور بہت سارے معنوی رخ ہوتے ہیں اور ہر شخص اس لفظ کی اسی جہت اور اسی رخ تک پہنچنا چاہتا ہے جو اس کی ذہنی علامتوں سے ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ اس تفصیلی گفتگو سے اتنی بات تو ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ و معنی کا یہ رشتہ نہایت پیچیدہ ہوتا ہے۔ بعض

ماہرین لسانیات کے مطابق لفظ و معنی میں ایک فطری مناسبت ہوتی ہے۔ مثلاً مشہور مفکر افلاطون اس نظریے کا حامی ہے۔ افلاطون کے مطابق فطرت نے کسی ترسیلی ضرورت کے تحت زبان کو جنم دیا ہے چنانچہ ان میں ایک فطری تعلق پیدا ہونا لازمی ہے۔ یونانی مفکرین کے علاوہ ہندوستانی، عرب اور لاطینی ماہرین لسانیات بھی لفظ و معنی کے اس فطری تعلق کے حامی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر یہ ماہرین لسانیات صوت علامی میں یقین رکھتے ہیں۔ ان ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ زبان چونکہ جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے لہٰذا الفاظ صوت کی نقل ہوتے ہیں اور اپنی آواز کے وسیلے سے معنی ادا کرتے ہیں۔

اس کے برعکس بعض دوسرے ماہرین لسانیات کا عقیدہ ہے کہ صوت اور معنی میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لفظ و معنی کا یہ رشتہ من مانا ہوتا ہے۔ اگر معنی اصوات سے ظاہر ہوتے تو نئے لفظوں کے معنی یاد کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ مشہور ماہر لسانیات ڈی ساسور نے کہا ہے کہ صوت و معنی میں کوئی مخصوص تعلق نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو تمام بنی نوع انسان کی ایک ہی زبان ہوتی۔ بعض ماہرین لسانیات کے خیال میں ان لغوی الفاظ میں جن میں صوت علامی (Sound Symbolism) کا احساس ہوتا ہے صوت کی مفہوم سے مطابقت محض اتفاقی ہے اور بار بار دہرائے جانے کی سبب یہ مستحکم ہو جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صوت علامی کو بالکل رد کر دینا بھی لسانیاتی نقطہ نظر سے درست نہیں۔ ڈی ساسور دونوں نظریوں میں مفاہمت پیدا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لفظ کے صوت و معنی میں کوئی صوتی تعلق نہیں ہوتا لیکن صدیوں کے استعمال سے یہ فطری ہو جاتا ہے۔ اس لیے صوت و معنی کا تعلق ایک حد تک من مانا ہے تو کسی حد تک فطری۔ مزید وضاحت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ زبان میں بیشتر صوتی علامات یعنی لغوی الفاظ من مانے (Arbitrary) ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے الفاظ مثلاً صوت علامی الفاظ (onomatopoeic words) بھی ہیں جن کی صوتی ساخت معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک لسانی برادری میں لغوی الفاظ کی ہیئت اور مفہوم میں ایک ہم آہنگی ہوتی ہے۔ اس ہم آہنگی کی بنیادی وجہ مقرر اور سامع میں لفظ و معنی کے متعلق ایک غیر شعوری سمجھوتا ہے جس کی روشنی میں وہ لغوی الفاظ کے ہیئت اور مفہوم کو ہمیشہ یکساں رکھتے ہیں۔ اس طرح مستقل استعمال سے لغوی الفاظ کی ہیئت اور مفہوم میں ایک مستقل رشتہ ہو جاتا ہے۔ اس رشتے کے باوجود بعض اوقات لغوی الفاظ میں

ابہام کی کیفیت ملتی ہے۔یعنی لفظ کے معنوی حدود قطعی نہیں ہوتے۔ ہر زبان میں ایسے بہت سے الفاظ ہوتے ہیں جو ابہام کی نمائندگی کرتے ہیں یعنی ان کے مفہوم میں پھیلاؤ، لچک یا عدم قطعیت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جب لغوی لفظ کو سیاق کلام میں لایا جاتا ہے تو اس کے معنی متعین ہوتے ہیں۔لفظ و معنی کا دوسرا اہم پہلو جذباتی پہلو ہے۔زبان کا جذباتی پہلو عقلی پہلو سے زیادہ قابل تغیر اور متلون ہوتا ہے جس کی وجہ لغوی الفاظ کا استعمال گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، بہت سے ایسے الفاظ جو آج سے کچھ سال پہلے استعمال ہوتے تھے آج استعمال نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر پرانے زمانے میں تعلیمی درجے کو ''جماعت'' کہا جاتا تھا لیکن آج یہ لفظ متروک ہو چکا ہے۔اس کی جگہ انگریزی مستعار لفظ 'کلاس' زیادہ مستعمل ہے۔

●●●

دوسرا باب

اصول اشتقاق

اشتقاقیات

اشتقاقیات علم اللسان یا لسانیات کا ایک مستقل اور بعض اعتبار سے ایک اہم شعبہ ہے۔ اشتقاق لفظ سازی کا بنیادی اصول ہے۔ اصول اشتقاق کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے ضروری یہ ہے کہ لفظ اور ان کے اقسام کو بہ خوبی سمجھا جائے۔ علم لسانیات میں بالعموم لفظ کی تین قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

(1) ایک مارفیم والے الفاظ Simple words

(2) ایک سے زائد مارفیم والے الفاظ Complex words

(3) مرکب الفاظ Compound words

اس درجہ بندی کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''کتاب'' ایک مارفیم والا لفظ ہے جب کہ ''بدتمیز'' اور ''تمیزدار'' دو مارفیموں پر مشتمل لفظ ہیں جن میں ایک آزاد اور ایک پابند مارفیم ہے۔ آزاد مارفیم وہ بامعنی لسانی اکائی ہے جو آزادانہ طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اور پابند مارفیم وہ بامعنی اکائی ہے جو آزادانہ طور پر استعمال نہیں ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک مارفیم کی کئی ذیلی شکلیں ہوتی ہیں اور انھیں ذیلی مارفیم یا ایلو مارف (Allomorph) کہا جاتا ہے۔ مثلاً اردو لفظ ''سوال'' کو جمع بنانے کے دو طریقے رائج ہیں۔ بعض صورتوں میں مارفیم ''ات'' کا استعمال ہوتا ہے جب کہ بعض دوسری صورتوں میں مارفیم ''وں'' کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ وہ صورت ہے جسے ذیلی مارفیم کے

زمرے میں رکھا جاسکتا ہے۔''ات'' کا استعمال آزادانہ طور پر ہوسکتا ہے لیکن ''وں'' کا استعمال محدود ہے۔ ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں ایک لفظ ایک مارفیم پر مشتمل ہوسکتا ہے اور کئی مارفیموں پر بھی مشتمل ہوسکتا ہے۔ یہی صورت اردو کی بھی ہے۔ مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مثالوں پر توجہ دیں۔

ایک مارفیم والے الفاظ:

کتاب۔ قلم۔ چائے۔ روٹی۔ کرسی۔ میز۔
دیوار۔ گھر۔ کار۔ گاڑی۔ آدمی۔
عورت۔ اونٹ۔ کتا۔ بلی۔ گائے
لڑکا ۔ لڑکی۔ بچہ۔ بچی

کئی مارفیم والے الفاظ:

کتابیں:	کتاب	+	یں	=	کتابیں
قلم دان:	قلم	+	دان	=	قلم دان
سنگاردان:	سنگار	+	دان	=	سنگاردان
چائے دان:	چائے	+	دان	=	چائے دان
میزپوش:	میز	+	پوش	=	میزپوش

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ کسی بھی زبان میں لفظ کو زبان کی سب سے چھوٹی بامعنی اکائی کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ زبان کی سب سے چھوٹی بامعنی اکائی دراصل مارفیم ہے جو تشکیل لفظ میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ زبانوں کے لفظی سرمائے کی تشکیل میں مختلف النوع مارفیم کا استعمال ہوتا ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ 'لفظ سازی' میں مارفیم کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مارفیم تصریفی بھی ہوسکتے ہیں اور اشتقاقی بھی، اس حقیقت سے تو ہم سب واقف ہیں کہ مارفیم اپنے اندر ایک معنوی قوت رکھتا ہے، جس کی وجہ سے الفاظ بامعنی ہوجاتے ہیں۔

تصریفی صرفیے:

تصریفی صرفیے کی اصطلاح اردو قواعد میں ان مارفیم کے لیے استعمال ہوتی ہے جو لفظ میں صرف امدادی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ان کا استعمال لفظوں کے اجزائے کلام (Part of Speech) میں تبدیلی کا سبب نہیں بنتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو لفظ ''سوالات'' میں دو مارفیم ''سوال'' اور ''ات'' کا استعمال ہوا ہے۔ ''سوال'' آزاد مارفیم ہے کیوں کہ اس کا استعمال آزادانہ طور پر ممکن ہے۔ لیکن ''ات'' پابند مارفیم ہے کیوں کہ اس کا استعمال آزادانہ طور پر ممکن نہیں۔ اس پابند مارفیم یا صرفیہ کی ایک دوسری خوبی یہ ہے کہ اس کا استعمال صرف تصریفی ضرورتوں کے لیے ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے تصریفی صرفیہ بھی کہتے ہیں۔ گویا پابند مارفیم یا پابند صرفیوں کی دو اہم قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ پابند صرفیے جو جملے میں جنس و تعداد اور حالت کے اظہار کے لیے تصریف (Inflection) کے عمل سے گزرتے ہیں۔ یہ پابند صرفیے اصطلاح میں تصریفی صرفیے (Inflectional Morpheme) کہلاتے ہیں۔ تصریفی صرفیے بالعموم لفظ کی جنس، تعداد اور زمانے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ تصریفی صرفیے (Inflectional Morpheme) کی دوسری شناخت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ تنہا آتا ہے کیوں کہ اس پر کسی اور صرفیے کا اضافہ ممکن نہیں۔ اس لیے اسے لفظ کی بیرونی پرت کہا جاتا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ان مثالوں پر غور کیجیے:

تعداد:

''یں'' کا استعمال:

کتاب	یں	کتابیں
بات	یں	باتیں
حکایت	یں	حکایتیں

''ات'' کا استعمال:

سوال	ات	سوالات
جواب	ات	جوابات
خیال	ات	خیالات

"یاں" کا استعمال:

لڑکی	یاں	لڑکیاں
کرسی	یاں	کرسیاں
سبزی	یاں	سبزیاں
بچی	یاں	بچیاں

جنس:

زاہد	ہ	زاہدہ
راشد	ہ	راشدہ
خالد	ہ	خالدہ

"نی" کا استعمال:

شیر	نی	شیرنی
مور	نی	مورنی

زمانہ

جا	تا	جاتا
جا	رہا	جارہا

اشتقاقی صرفیے:

پابند صرفیے کی ایک دوسری اہم قسم وہ ہے جو نئے نئے الفاظ کی تعمیر وتشکیل کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ عام طور سے یہ پابند صرفیے (Bound Morpheme) جملے میں اپنا کوئی قواعدی کردار ادا نہیں کرتے بلکہ کسی لفظ جو صحیح معنوں میں آزاد صرفیہ (Free Morpheme) ہوتا ہے کے معنی میں تحدید، توسیع یا انحراف پیدا کرتے ہیں اور اس عمل سے نئے نئے الفاظ تشکیل پاتے ہیں۔ گویا وہ پابند صرفیے جو کسی لفظ کی ہیئت کو مستقل طور پر بدل کر اس میں مستقل تبدیلی پیدا کرتے ہیں اشتقاقی صرفیے (Derivational Morpheme) کہلاتے ہیں۔ تصریفی صرفیے کی طرح یہ اپنی ہیئت نہیں بدلتے بلکہ اپنی مستقل ہیئت پر قائم رہتے ہیں۔ اشتقاقی صرفیہ صرف تعمیر لفظ کے کام آتا ہے اس لیے جملے میں اس کا محل استعمال اس کی

ہیئت کو متاثر نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف تصریفی صرفیوں کا جملے سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ یوں تو تصریفی اور اشتقاقی دونوں صرفیوں کا تعلق اصول صرف (Morphology) سے ہے ۔تصریفی صرفیے کی ایک پہچان تو یہ ہے کہ وہ باضابطہ تغیر کے عمل سے گزرتا ہے جیسے لفظ ''کتاب'' کتابیں اور کتابوں بنتا ہے اور ان میں پابند صرفیے (یں) اور (وں) باضابطگی سے آتے ہیں چوں کہ یہ صرف قواعدی وظیفہ انجام دیتے ہیں اس لیے لغت میں جگہ نہیں پاتے ہیں یہ تصریف کے عمل سے گزرتے ہیں اسی لیے تصریفی صرفیے کہلاتے ہیں۔ تصریفی صرفیوں کے برخلاف جو ہمیشہ تنہا آتا ہے کیونکہ اس پر کسی اور صرفیے کا اضافہ ممکن نہیں اس لیے اسے لفظ کی بیرونی پرت بھی کہا جاتا ہے۔ اشتقاقی صرفیہ ایک سے زائد بھی ہوسکتا ہے مثلاً لفظ اچھائی میں / ی / اشتقاقی صرفیہ (Derivational Morpheme) چوں کہ لفظ ''اچھا'' میں اشتقاقی صرفیہ / ی / کے اضافے سے ایک نیا لفظ ''اچھائی'' بنا ہے۔ اس لفظ کی اردو جمع ہے ''اچھائیاں'' اور ہم جانتے ہیں کہ (یاں) جمع کا تصریفی صرفیہ ہے جو تصریف سے گزر کر (یاں) بھی ہو جاتا ہے۔ یعنی اب اس لفظ ''اچھائیاں'' پر کسی اور صرفیے کا چاہے وہ اشتقاقی ہو یا تصریفی اضافہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس لفظ کے آخر میں تصریفی صرفیہ کا اضافہ ہو چکا ہے لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اشتقاقی صرفیے ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں لیکن تصریفی صرفیہ صرف ایک ہوتا ہے اور الفاظ کے آخر میں ہوتا ہے۔ گویا تصریفی اور اشتقاقی صرفیے کا ایک اور نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ تصریفی صرفیہ ہمیشہ لفظ کے آخر میں آتا ہے لیکن اشتقاقی صرفیہ لفظ کے ابتدائی، درمیانی اور آخری حصے میں آسکتا ہے۔ اس تفصیلی گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لفظوں کا مارفیمی تجزیہ تصریفی (Inflectional) اور اشتقاقی (Derivational) اصولوں پر ہوتا ہے۔ تصریفی عمل لفظوں کے اجزائے کلام (Part of Speech) میں تبدیلی کا سبب نہیں بنتا ہے۔ یعنی اسم تصریفی عمل کے بعد بھی اسم رہتا ہے۔ اسی طرح صفت تصریفی عمل کے بعد بھی صفت رہتا ہے۔ اسم میں تعداد، جنس اور حالات (Case) میں تبدیلی تصریفی عمل کی مثالیں ہیں۔ وضاحت کے لیے یہ چند مثالیں دیکھیں۔

مرغ + ا = مُرغا (اسم مذکر)

مرغ + ی = مُرغی (اسم مونث)

مرغی+ یاں = مُرغیاں (اسم مونث جمع)

مرغی+ یوں = مُرغیوں (اسم مونث جمع حالات)

جبکہ اس کے برعکس اشتقاقی عمل لفظ کے اجزائے کلام میں تبدیلی کا سبب بن جاتا ہے۔ یعنی اسم صفت میں یا صفت اسم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اصول اشتقاق کو لفظ سازی کا سب سے کارآمد اصول سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ''اچھا'' کا شمار اردو میں بہ طور صفت ہوتا ہے۔ لیکن اس لفظ میں لاحقہ / ی / کا اضافہ اسے ''اچھائی'' بنا دیتا ہے اور ''اچھائی'' اسم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لاحقہ / ی / کو اشتقاقی لاحقہ سمجھا جائے گا کیوں کہ اس کے اضافے سے اس لفظ کے اجزائے کلام میں تبدیلی کو بہ آسانی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اجزائے کلام کی یہ اصطلاح کوئی نئی نہیں کیونکہ جملے میں الفاظ کے قواعدی وظائف کے پیش نظر ان کی درجہ بندی صدیوں پرانا طریقہ کار ہے۔ الفاظ کی یہ درجہ بندی قواعدی اصطلاح میں اجزائے کلام کہلاتی ہے۔ مشہور فلسفی افلاطون کی ایک تصنیف میں پہلی بار اسم (Onama) اور فعل (Rhema) کا ذکر ملتا ہے۔ افلاطون کے بعد ارسطو پہلا شخص ہے جس نے اجزائے کلام کے نظام کو باقاعدہ طور پر وضع کیا اور حروف جار Syndesmios حالت اور تصریفات وغیرہ کا بھی اضافہ کیا۔ لیکن اس کے بعد یونانی ماہر لسانیات تھریکس (Thrax) نے آٹھ اجزائے کلام کا نظام پیش کیا۔ اجزائے کلام کا یہ طریقہ کار تقریباً دو ہزار سال سے استعمال ہوتا آیا ہے لیکن چوں کہ ابتدا ہی سے درجہ بندی معنوی بنیادوں پر کی گئی تھی اس لیے اس سے اکثر غیر ضروری اور پیچیدہ مسائل کھڑے ہوتے ہیں جس کی بنا پر بعض جدید قواعد نویسوں نے اس طریقہ کار کی مذمت بھی کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اجزائے کلام کے تصور سے چھٹکارا نہیں پا سکے۔ اگر چہ جدید قواعد نویسوں نے اجزائے کلام کے لیے اسم و فعل کی اصطلاحیں معنوی اعتبار سے استعمال نہیں کیں پھر بھی اس کے طریقہ کار کی بنیاد بھی اجزائے کلام کے بنیادی تصورر پر قائم ہے۔ مشہور ماہر لسانیات یکبسن نے بھی اجزائے کلام کی معنوی تعریفوں کی دھجیاں اُڑائی ہیں پھر بھی اس نے اجزائے کلام کی افادیت سے انکار نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر کتاب میں بھی اشتقاقی اور تصریفی سابقوں اور لاحقوں کے فرق کو سمجھنے کے لیے اجزائے کلام کے طریقہ کار کو اپنایا گیا ہے۔ روایتی قواعد نے اب تک اجزائے کلام کے صرف معنوی پہلوؤں پر زور دیا ہے اور ساختی قواعد صرف ہیئتی

پہلوؤں کو سب کچھ سمجھتی آئی ہے۔ اس افراط و تفریط سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اجزائے کلام
کی ہیئتوں اور قواعدی وظائف کی اساس قرار دیتے ہوئے ان کے صرف انھیں معنوی پہلوؤں کو
اہمیت دی جائے جن کا اظہار ان کی ہیئتوں میں ہوتا ہے اس لیے اس کتاب میں اجزائے کلام کی
روایتی اصطلاحوں کو برقرار رکھتے ہوئے ان کا جائزہ اسی نقطہ نظر سے لیا گیا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اردو میں اشتقاق کے دو طریقے رائج ہیں۔
ایک طریقہ سامی زبانوں میں مستعمل ہے اور دوسرا ہند یورپی خاندان کی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔
سامی زبانیں داخلی تصریفی اور اشتقاقی ہوتی ہیں۔ چوں کہ عربی، سامی زبان ہے لہٰذا عربی داخلی
تصریفی زبان ہے اس میں اشتقاق کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

اس حقیقت سے تو ہم سب واقف ہیں کہ عربی زبان کے فعلی مادے منفعل ہوتے ہیں
یعنی ان کے درمیان مصوتے نہیں پائے جاتے۔ یہ لسانی خوبی عربی قواعد کی اصطلاح میں مجرد
کہلاتی ہے۔ عربی مادے بالعموم سہ مصتی اور کچھ تین سے زائد مصتموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔
عصمت جاوید کے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سہ مصتی مادے ثلاثی مجرد اور تین سے زائد مصتموں
والے مادے ثلاثی مزید فیہ کہلاتے ہیں عربی میں فعلی مادے سے زمانہ ماضی مذکر واحد میں فعل کی
ایک شکل بنالی جاتی ہے اور پھر اسی کو اساس بنا کر اس سے نئے نئے افعال بنائے جاتے ہیں مثلاً
ایک فعلی مادہ ہے ک۔ت۔ب (کاف، تے، بے) اس کی ماضی مطلق مذکر واحد کی شکل ہے کَتَبَ
یعنی اس نے لکھا۔ اب اسی لفظ کَتَبَ کے اندر مزید صرفیوں کے اضافے سے افعال کی نئی نئی شکلیں
بنائی جاتی ہیں اور نئے نئے الفاظ بھی بنتے ہیں۔ جیسے کاتب لکھنے والا، مکتوب، جو لکھا جائے مراد خط
یا کتاب مکتب لکھنے کی جگہ مراد دفتر (اُردو میں مدرسہ کتاب وغیرہ)۔ ہیئت کتب (جس کا وزن فعل
ہے) میں جن صرفیوں کے اضافے سے نئے نئے لفظ بنتے ہیں حروف زائدہ کہلاتے ہیں۔ اکثر
عربی الفاظ فارسی میں داخل ہو کر مفرس ہو گئے ہیں۔ مثلاً کتاب، کاتب، مکتوب بالترتیب فارسی
میں کتاب، کاتب اور مکتوب ہے۔ یعنی ان الفاظ کا آخری جز 'تن' ہے جسے عربی اصطلاح میں
تنوین کہا جاتا ہے اور تحریر میں دو زبر، دو زیر یا دو پیش سے اس مرکب آواز کی نمائندگی کی جاتی ہے
غائب ہو گیا اور یہ الفاظ اسی بدلی ہوئی ہیئت میں فارسی سے اردو میں آئے۔ ان الفاظ کو ہم مفرس
عربی الفاظ کہتے ہیں۔ چونکہ اردو میں صدہا عربی الفاظ پائے جاتے ہیں اس لیے ہم عربی زبان

کے اس مخصوص طرز اشتقاق کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں بلکہ ہمارے قواعد نویسوں نے اشتقاق کی اصطلاح صرف اسی طرز اشتقاق کے لیے استعمال کی ہے جو عربی اور دیگر سامی زبانوں میں رائج ہے اور دوسرے طرز اشتقاق کے لیے جو ہند یورپی خاندان السنہ کے لیے مخصوص ہے۔ اشتقاق کی اصطلاح استعمال نہیں کی جاتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں اس فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا ہے۔

سامی زبانوں کے برعکس ہند یورپی خاندان کی زبانیں بیروں تصریفی ہوتی ہیں۔ ان میں نحوی رشتوں کے اظہار کے لیے لفظ کے اندر بہت کم تغیرات ہوتے ہیں جیسا کہ عربی جیسی داخلی تصریفی زبانوں میں ہوتا ہے بیروں تصریفی زبانوں میں فعل کا زمانہ اور مختلف حالتیں ظاہر کرنے کے لیے لاحقے استعمال ہوتے ہیں اور یہی لاحقے لفظ سازی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں لفظ سازی کے لیے استعمال ہونے والے لاحقے اشتقاقی لاحقے کہلاتے ہیں اس مقصد کے لیے سابقوں اور وسطیوں سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ عصمت جاوید کا خیال ہے کہ پہلا طرز اشتقاق دوسرے طرز اشتقاق سے بنیادی طور پر مختلف ہے اس لیے دونوں میں امتیاز کرنے کے لیے اول الذکر کو داخلی اشتقاق اور ثانی الذکر کو خارجی اشتقاق کہا گیا ہے۔

اُردو زبان میں مفرس عربی کے علاوہ فارسی دخیل الفاظ اور ہندی الاصل مشتق الفاظ بھی بہ کثرت پائے جاتے ہیں ان الفاظ میں خارجی اشتقاق کا عمل ہوتا ہے۔ اس اشتقاق میں تعلیقوں کی مدد سے نئے نئے الفاظ بنتے ہیں۔ خارجی اشتقاق کے ذریعے حاصل شدہ الفاظ کو قطع کرنے سے عموماً دو اجزا ملتے ہیں جن میں سے ایک آزاد صرفیہ اور دوسرا پابند صرفیہ ہوتا ہے۔

اُردو کے اصول اشتقاق کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اُردو کے اشتقاقی صرفیوں کا استعمال صرف مشتق اسما میں ہوتا ہے نہ کہ جامد اسما میں۔ اسم جامد وہ اسم ہے جو کسی لفظ سے مشتق یا مرکب نہ ہو۔ مثلاً کوئلہ، لکڑی، پتھر، ایندھن وغیرہ جامد اسما ہیں۔ اُردو ہند آریائی زبان ہے اور اس میں اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کی قدیم شکلیں ویدک سنسکرت یا ادبی سنسکرت یا قدیم پراکرتوں میں محفوظ ہیں۔ ایسے الفاظ جن کی اصل شکلوں کا سراغ ویدک سنسکرت یا ادبی سنسکرت میں نہیں ملتا اصطلاح میں دیسی الفاظ کہلاتے ہیں مثلاً اردو لفظ "باپ" دیسی لفظ ہے۔ الفاظ کے تاریخی ارتقا میں اتنے صوتی تغیرات ہوتے ہیں کہ ان کی اصل شکلیں مسخ ہو جاتی ہیں اور کسی لفظ کی اصل اور موجودہ شکل کے درمیان نہ جانے کتنی گم شدہ کڑیاں ہیں جن کی خانہ پری

تاریخی لسانیات کے ماہرین تخمین وظن کے سہارے کرتے رہتے ہیں اس سلسلے میں کوئی دعویٰ تعین کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا اردو میں کچھ ہندی الاصل الفاظ ایسے ہیں جو بہ ظاہر جامد معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ دراصل مرکب ہوتے ہیں یا مشتق مثلاً اردو لفظ ''دیو'' کو لیجئے اس کی اصل بہ معنی دوسرا شوہر بتائی جاتی ہے اور سماجی ارتقا کی اس منزل کی یادگار ہے جب کثرت البعول کا رواج تھا۔ دروپدی کا قصہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے یہی حال اُردو لفظ برات کا ہے (جسے بارات بھی کہتے ہیں) جو دیکھنے میں تو جامد ہے لیکن اس کی اصل شوہر کی یاترا بتائی جاتی ہے۔

ور + یاترا	=	وریاترا	(سنسکرت)
بر + یات	=	بریات	(پراکرت)
بر + ات	=	برات	(اردو ۔ ہندی)

آج بھی بھوجپوری اور چند دوسری مشرقی بولیوں میں ''بریات'' لفظ اسی طرح مستعمل ہے۔ اردو ہندی اور بعض دوسری زبانوں تک پہنچتے پہنچتے یہ لفظ ''برات'' بن گیا۔ گویا برات جو بہ ظاہر جامد نظر آتا ہے جامد لفظ نہیں ہے۔ تقریباً یہی صورت لفظ سویرا کی ہے۔ لفظ سویرا بھی جامد نظر آتا ہے لیکن اصل میں یہ سو + ویر = یعنی ''سوویر'' بہ معنی سہانا وقت ہے۔ ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض لفظ جو بہ ظاہر جامد نظر آتے ہیں جامد نہیں ہوتے ہیں۔ ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ لسانی تلاش وتحقیق سے اردو میں ایسے کئی الفاظ مل جائیں گے جو آج تو ہمیں جامد نظر آتے ہیں لیکن جن کی اشتقاقیات کا سراغ لگانے سے پتہ چل جائے گا کہ وہ جامد نہیں ہیں اس لیے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اردو کے وہ تمام الفاظ جو بہ ظاہر کسی اور لفظ سے بنے ہوئے دکھائی نہ دیں اور جب تک وہ مجہول الاصل رہیں جامد کہلائے جاسکتے ہیں۔

لفظ سازی کے اعتبار سے اردو اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) اسم جامد اور (۲) اسم غیر جامد اور اسم غیر جامد کی دو قسمیں ہیں: (۱) مشتق اور (۲) مرکب۔ اس باب میں اُردو کے مشتق الفاظ کی تفصیلات پیش کی جارہی ہے۔ اشتقاقی عمل کو اشتقاقی عمل میں مستعمل سابقوں، لاحقوں اور وسطیوں کی بنیاد پر مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ لفظ بوجہ اشتقاقی سابقے

2۔ لفظ بوجہ اشتقاقی وسطیے

3۔لفظ بوجہ اشتقاقی لاحقے

4۔ لفظ بوجہ اشتقاقی مبادلہ

5۔لفظ بوجہ اشتقاقی تکرار

6۔لفظ بوجہ مقلوب اشتقاقی

ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصول لفظ سازی کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے اشتقاقی صرفیوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اشتقاق کا عمل جملے کے چوکھٹے سے باہر ہوتا ہے اور لفظ سازی کے لیے جو طریقے استعمال ہوتے ہیں وہ تصریفی صرفیوں کے برخلاف جملے میں استعمال کے پابند نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر کتاب میں پہلی بار تصریفی اور اشتقاقی صرفیوں میں حد فاصل قایم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اشتقاقی صرفیہ لفظ سے قبل وسط یا آخر میں آسکتا ہے۔ لسانیات کی اصطلاح میں اسے تعلیقیہ بھی کہتے ہیں۔اگر تعلیقیہ لفظ کی ابتدا میں آئے تو اسے سابقہ prefix کہتے ہیں جیسے

ہم عمر

بامروّت

سگھڑ

سپوت

کپوت

ہم زباں

ہم شکل

لاعلاج وغیرہ

ان تمام الفاظ میں ہم، با، س، سُ لا اور کَ سابقے ہیں کیوں کہ یہ لفظ کے شروع میں آتے ہیں اور لفظ کے معنی میں فرق پیدا کرتے ہیں۔ اگر تعلیقیہ لفظ کے وسط میں آئے تو اسے وسطیہ Infix کہتے ہیں جیسے لفظ چال میں ''الف'' ایسا تعلیقیہ ہے جو لفظ کے وسط میں آتا ہے اور لفظ کے معنی میں فرق پیدا کرتا ہے۔مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل تفصیلات پر غور کیجیے۔

فعل	>	اسم
فعل	وسطیہ	اسم
چل >	چ+ ا+ ل	= چال
مل >	م + ے + ل	= میل

ان مثالوں میں مشتق لفظ 'چال' اور 'میل' دراصل اشتقاقی وسطیے "ا" اور "ے" کی دین ہیں۔ ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیقیہ جب لفظ کے وسط میں آتا ہے تو وسطیہ Infix کہلاتا ہے اور نئے لفظوں کو تشکیل دینے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر تعلیقیہ لفظ کے آخر میں آئے تو اسے لاحقہ Suffix کہتے ہیں جیسے گھبراہٹ میں "ہٹ" چراگاہ میں "گاہ" لاحقے ہیں۔ اشتقاقی صرفیے، سابقے بھی ہوتے ہیں وسطیے بھی اور لاحقے بھی لیکن تصریفی صرفیے صرف لاحقے ہوتے ہیں انھیں تصریفی لاحقے بھی کہا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اُردو کے اشتقاقی سابقوں، وسطیوں اور لاحقوں کو الگ الگ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

1۔ تشکیل لفظ بوجہ اشتقاقی سابقے:

اُردو اسما اکثر و بیشتر مشتق ہوتے ہیں یعنی ان الفاظ کی تشکیل میں سابقوں، لاحقوں اور وسطیوں کی مدد لی جاتی ہے۔ روایتی قواعد میں لفظ سازی کے اعتبار سے اسم کی دو اہم قسمیں بتائی جاتی ہیں۔ ایسے اسما جو مشتق نہ ہوں جامد کہلاتے ہیں اور ایسے اسما جو کسی لفظ سے بنیں مشتق کہلاتے ہیں۔ لیکن ہماری قواعدوں میں مشتق کے ذیل میں مرکب کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے حالانکہ مرکبات کا تعلق ان الفاظ سے ہے جو دو یا زائد آزاد صرفیوں سے تشکیل پاتے ہیں۔ اس کے برخلاف مشتقات کا تعلق پابند صرفیوں یا تعلیقیوں سے ہے۔ مشتقات اور مرکبات کے اس فرق کو ہم اگلے باب میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اگلے باب میں مرکبات پر توجہ صرف کی گئی ہے اور اس دوران مشتقات اور مرکبات کے درمیان حد فاصل قائم کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سابقے صرفیوں کے وہ روپ ہیں جو اصل (stem) کی ابتدا میں ملحق کیے جاتے ہیں۔

تنسم اشتقاقی سابقے:

تنسم کی اصطلاح دراصل ان لفظوں یا صرفیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق

براہ راست سنسکرت سے ہوتا ہے۔ یعنی تتسم الفاظ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ بالکل اسی طرح استعمال میں آتے ہیں جس طرح یہ سنسکرت میں مستعمل تھے۔ اُردو میں یوں تو تتسم الفاظ یا صرفیوں کا چلن عام نہیں ہے لیکن بعض صورتوں میں ان کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بعض تتسم اشتقاقی صرفیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اشتقاقی سابقہ	+	لفظ	=	مشتق لفظ
ا	+	نیایہ	=	انیایہ
ا	+	جیت	=	اجیت
ا	+	دھرم	=	ادھرم
ا	+	شلیل	=	اشلیل
ا	+	مولیہ	=	امولیہ
ا	+	گیان	=	اگیان
ا	+	کال	=	اکال
ا	+	ہنسا	=	اہنسا
ا	+	بھاؤ	=	ابھاؤ
سو	+	گندھ	=	سوگندھ
سو	+	راجیہ	=	سوراجیہ
سو	+	جت	=	سوجت
سو	+	یگیہ	=	سویگیہ
سو	+	آگت	=	سواگت
سو	+	بودھ	=	سوبودھ
سو	+	گم	=	سوگم
سو	+	پھل	=	سوپھل
کو	+	پاتر	=	کوپاتر
کو	+	پتر	=	کوپتر

کو + روپ = کوروپ

کو + سنگت = کوسنگت

چر + آیو = چرآیو

چر + کال = چرکال

چر + ستھائی = چرستھائی

چر + پرچت = چرپرچت

ست+ پرش = ست پُرش

ست+ آچار = سداچار

ست+ سنگ = ستسنگ

پرتی + کول = پرتی کول

پرتی + دن = پرتی دن

پرتی + ایک = پرتیک

اپ + یوگ = اپیوگ

اپ + کرن = اپکرن

اپ + دیش = اپدیش

اپ + گرہ = اپگرہ

پرا + جے = پراجے

پرا + مرش = پرامرش

پری + چے = پریچے

پری + ورتن = پری ورتن

پری + نام = پرینام

تدبھو اشتقاقی سابقے:

لفظ تدبھو کی اصطلاح ان الفاظ یا صرفیوں کے لیے ہوتی ہے جن کا تعلق بہ ظاہر سنسکرت سے ہوتا ہے لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ان کی شکل وصورت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس

تبدیل شدہ لفظ یا صرفیے کا چلن عام ہو جاتا ہے۔ اُردو میں ایسے صرفیوں کا چلن عام ہے جنھیں تدبھو کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔

اشتقاقی سابقہ + لفظ		=	مشتق لفظ
ا +	تھاہ	=	اتھاہ
ا +	چیت	=	اچیت
ا +	چھوت	=	اچھوت
ان +	پڑھ	=	انپڑھ
ان +	مول	=	ان مول
ان +	تھک	=	انتھک
ادھ +	پکا	=	ادھ پکا
ادھ +	مرا	=	ادھ مرا
ادھ +	کچرا	=	ادھ کچرا
ادھ +	کھلا	=	ادھ کھلا
او +	گن	=	اوگن
ان +	چالیس	=	انچالس
ان +	سٹھ	=	انسٹھ
ان +	چاس	=	انچاس
نی +	ڈر	=	نی ڈر
نی +	کما	=	نی کما
نی +	ہتھا	=	نی ہتھا
نی +	دھڑک	=	نی دھڑک
بھر +	پیٹ	=	بھر پیٹ
بھر +	پور	=	بھر پور
بھر +	دن	=	بھر دن

بن	+	بات	=	بن بات
بن	+	کہے	=	بن کہے
بن	+	بلائے	=	بن بلائے
بن	+	مانگے	=	بن مانگے

انگریزی اشتقاقی سابقے:

انگریزی اشتقاقی سابقے کی اصطلاح ان صرفیوں کے لیے ہوتی ہے جن کا تعلق انگریزی سے ہوتا ہے اور جو لفظ کے شروع میں آتے ہیں۔ اُردو میں ایسے انگریزی اشتقاقی سابقوں کا چلن عام ہوتا جا رہا ہے۔

اشتقاقی سابقہ	+	لفظ	=	مشتق لفظ
سب	+	انسپکٹر	=	سب انسپکٹر
سب	+	جج	=	سب جج
سب	+	ڈویژن	=	سب ڈویژن
سب	+	ٹائیٹل	=	سب ٹائیٹل
ہیڈ	+	ماسٹر	=	ہیڈ ماسٹر
ہیڈ	+	کلرک	=	ہیڈ کلرک
ہیڈ	+	آفس	=	ہیڈ آفس
ہیڈ	+	منشی	=	ہیڈ منشی
ہاف	+	پینٹ	=	ہاف پینٹ
ہاف	+	ٹکٹ	=	ہاف ٹکٹ
ہاف	+	ٹائم	=	ہاف ٹائم
چیف	+	منسٹر	=	چیف منسٹر
جنرل	+	نالج	=	جنرل نالج
جنرل	+	منیجر	=	جنرل منیجر
جنرل	+	مرچنٹ	=	جنرل مرچنٹ

وائس	+	چانسلر	=	وائس چانسلر
وائس	+	پرنسپل	=	وائس پرنسپل
وائس	+	کیپٹن	=	وائس کیپٹن
وائس	+	پریسی ڈینٹ	=	وائس پریسی ڈینٹ

فارسی عربی اشتقاقی سابقے:

فارسی عربی اشتقاقی سابقے کی اصطلاح دراصل ان صرفیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق براہِ راست فارسی یا عربی سے ہوتا ہے۔ اردو میں ایسے الفاظ یا صرفیوں کا چلن عام ہے کیوں کہ بعض صورتوں میں ان کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بعض فارسی عربی اشتقاقی صرفیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اشتقاقی سابقہ	+	لفظ	=	مشتق لفظ
کم	+	عمر	=	کم عمر
کم	+	سن	=	کم سن
کم	+	زور	=	کم زور
کم	+	عقل	=	کم عقل
کم	+	سخن	=	کم سخن
کم	+	گو	=	کم گو
خوش	+	اخلاق	=	خوش اخلاق
خوش	+	خط	=	خوش خط
خوش	+	بو	=	خوش بو
خوش	+	دل	=	خوش دل
خوش	+	مزاج	=	خوش مزاج
خوش	+	خوراک	=	خوش خوراک
خوب	+	سیرت	=	خوب سیرت
خوب	+	صورت	=	خوب صورت

بد + شکل = بدشکل

بد + نما = بدنما

بد + گمان = بدگمان

بد + نیت = بدنیت

بد + تمیز = بدتمیز

بد + بو = بدبو

بد + تہذیب = بدتہذیب

بد + دماغ = بددماغ

بد + کردار = بدکردار

بد + پرہیزی = بدپرہیزی

بد + چلن = بدچلن

خر + گاہ = خرگاہ

خر + مہرہ = خرمہرہ

خر + گوش = خرگوش

خر + دماغ = خردماغ

شہ + پر = شہپر

شہ + رگ = شہ رگ

شاہ + کار = شاہکار

شاہ + راہ = شاہراہ

2۔ لفظ بوجہ اشتقاقی وسطیے:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں جب کسی آزاد صرفیے میں کوئی پابند صرفیہ متصل ہوکر اس سے نئے لفظ (یا آزاد صرفیے) کی تعمیر کرتا ہے تو اس عمل کو اصطلاح میں اشتقاق کہتے ہیں۔ لفظوں میں عمل اشتقاق مختلف طریقوں سے ہوتا ہے لیکن عموماً پابند صرفیوں کے استعمال سے ہی لفظ وضع کیے جاتے ہیں۔ تشکیل لفظ میں اشتقاقی سابقوں کے استعمال کا ذکر ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہماری کوشش ہوگی

کہ تشکیل لفظ میں اشتقاقی وسطیوں پر ہم یہاں توجہ صرف کریں۔ مندرجہ بالا تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اشتقاق کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اصل لفظ کے وسط میں بھی کسی مصوتے کا اضافہ کر کے یا اسے تبدیل کر کے معنی و مفہوم میں حسب خواہ تبدیلیاں کر لیتے ہیں۔ اردو میں بالعموم ایسی تبدیلیاں مصدر سے اسم فاعل، اسم مفعول، یا پھر مجہول کی تشکیل کے لیے مستعمل ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ ''قتل'' کا مفہوم جان سے مارنا ہے اور یہ ایک اسم ہے۔ اس لفظ میں ''ق'' کے بعد مصوتہ ''ا'' کے اضافے کے بعد لفظ کی جو شکل بنتی ہے وہ ''قاتل'' ہے یہ اشتقاقی تبدیلی اس لفظ ''قتل'' کو اسم فاعل میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اشتقاقی وسطیوں کا استعمال فعل معروف کو فعل مجہول میں تبدیل کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پلانا ایک ایسا مصدر ہے جس سے فعل معروف کا صیغہ شق ہوتا ہے، لیکن ''ل'' کے بعد ایک مصوتہ 'و' کے اضافے سے ایسا مصدر بن جاتا ہے جس سے فعل مجہول کے صیغے شق ہوتے ہیں مثلاً: ''پلوانا''۔ اشتقاقی وسطیوں کے اس رول کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے آیئے اُردو کے بعض اہم اشتقاقی وسطیوں اور ان سے مشتق الفاظ پر ایک نظر ڈالیں:

لفظ + اشتقاقی وسطیہ	=	مشتق لفظ
فعل + ا	=	فاعل
علم + ا	=	عالم
ظلم + ا	=	ظالم
زہد + ا	=	زاہد
عبد + ا	=	عابد
جہل + ا	=	جاہل
قتل + ا	=	قاتل
رزق + ا	=	رازق
خلق + ا	=	خالق
عشق + ا	=	عاشق

3۔ تشکیل لفظ بوجہ اشتقاقی لاحقے:

نئے الفاظ وضع کرنے میں سابقوں کی طرح لاحقے بھی اہم کردار انجام دیتے

ہیں۔ان کی مدد سے اسم کو صفت یا صفت کو اسم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔یا پھر بالکل ہی نئے الفاظ وضع کیے جاسکتے ہیں۔سابقوں کی طرح لاحقے بھی بالعموم پابند روپ ہوتے ہیں لیکن بعض لاحقے آزادانہ استعمال ہونے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔اُردو میں ،ی،ش،و،وغیرہ ایسے لاحقے ہیں جن سے اصل لفظ کو لفظوں کی کسی دوسری قسم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔مثال کے طور پر''لال'' ایک صفت ہے۔اس لفظ میں سابقہ 'ی' جوڑ کر ہم اسے اسم ''لالی'' کا روپ دے دیتے ہیں۔ ''نرگس'' ایک پھول کا نام اور اس طرح یہ اسم کے زمرے میں آتا ہے۔لیکن لاحقہ 'یت' کا اضافہ کر کے ہم اسے صفت بنا دیتے ہیں۔ٹھیک اسی طرح مصدر 'بند' ''ش'' لاحقے کے اضافے کے ساتھ ''بندش'' بن کر اسم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اور مصدر بکنا لاحقہ 'ؤ' کے اضافہ سے 'بکاؤ' بن جاتا ہے۔
اُردو میں مستعمل کچھ لاحقے مندرجہ ذیل ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقہ	=	مشتق لفظ
لال (صفت)	+	ی	=	لالی (اسم)
نرگس (اسم)	+	یت	=	نرگسیت (اسم)
بند	+	ش	=	بندش (اسم)
بکنا (مصدر)	+	ؤ	=	بکاؤ (صفت)
لکھنا (مصدر)	+	وٹ	=	لکھاوٹ (اسم)

مندرجہ بالا لاحقے اردو کے ایسے لاحقے ہیں۔جو پابند لاحقوں کے زمرے میں آتے ہیں۔اور ان سے بالعموم کسی مصدر سے مشتق الفاظ کی تشکیل میں مدد کی جاتی ہے۔ان سے قطع نظر اردو میں ایسے لاحقے بھی مستعمل ہیں جو اپنے آزادانہ معنی رکھتے ہیں بسا اوقات ان کی مدد سے نئے الفاظ کی اختراع کی جاتی ہے۔مثال کے طور پر کن، دری، باری، بازی وغیرہ ان لاحقوں کی مدد سے نئے الفاظ کی تشکیل ہوتی ہے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
تباہ	+	کن	=	تباہ کن
عصمت	+	دری	=	عصمت دری
تباہ	+	کاری	=	تباہ کاری

امید	+	وار	=	امیدوار
سوگ	+	وار	=	سوگوار
بزرگ	+	وار	=	بزرگوار
ماہ	+	وار	=	ماہوار

ان مثالوں میں مثلاً سوگوار، امیدوار، بزرگوار، ماہوار کو

سوگ + وار،

امید + وار،

بزرگ + وار اور

ماہ + وار

میں قطع کیا جاسکتا ہے ان میں سوگ، امید، بزرگ، اور ماہ آزاد صرفیے یا الفاظ ہیں اور 'وار' پابند صرفیہ جسے لاحقہ کہتے ہیں۔ لیکن اُردو میں چند الفاظ ایسے بھی ملتے ہیں جن کو اس طرح قطع کرنے سے آزاد صرفیہ ہاتھ نہیں آتا، مثلاً الفاظ سوار اور دشوار کی ہی مثال لیں تو اگر ہم وار کا لاحقہ فرض کر کے ان الفاظ کو قطع کریں تو س + وار اور دش + وار اجزا ملتے ہیں اور ظاہر ہے کہ "س' اور 'دش' آزاد صرفیے نہیں ہیں۔ اُردو کے اکثر اسما میں مندرجہ ذیل لاحقے پائے جاتے ہیں کچھ لاحقے فارسی اور ہندی الاصل الفاظ میں مشترک ہیں اور غالباً فارسی کے زیر اثر جدید ہند آریائی زبانوں میں آئے ہیں۔

(الف) فارسی دخیل الفاظ کے ساتھ لاحقے کا استعمال:

* فارسی دخیل اسم عام میں / ی / اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
دوست	+	ی	=	دوستی
دشمن	+	ی	=	دشمنی
نوکر	+	ی	=	نوکری
فوج	+	ی	=	فوجی

فارسی دخیل صفت میں / ی / اضافہ کر کے بھی اردو میں نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں جو عموماً اسم ہوتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
خوش	+	ی	=	خوشی
گرم	+	ی	=	گرمی
سرد	+	ی	=	سردی
خوب صورت	+	ی	=	خوب صورتی
عقلمند	+	ی	=	عقلمندی
دانا	+	ی	=	دانائی
رسوا	+	ی	=	رسوائی

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ / پن / استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
بچہ سے بچ	+	پن	=	بچپن
دیوانہ	+	پن	=	دیوانہ پن

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ / دان / استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
قلم	+	دان	=	قلمدان
عطر	+	دان	=	عطردان
گل	+	دان	=	گلدان
خاص	+	دان	=	خاصدان
روشن	+	دان	=	روشندان

دیسی الفاظ کے ساتھ دان اور دانی کا استعمال:

لفظ	+ لاحقہ	=	مشتق لفظ
پان	+ دان	=	پاندان
پیک	+ دان	=	پیکدان
مچھر	+ دانی	=	مچھردانی

چوہا + دانی = چوہادانی

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ گاہ/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
عید	+	گاہ	=	عیدگاہ
در	+	گاہ	=	درگاہ
شکار	+	گاہ	=	شکارگاہ
چرا	+	گاہ	=	چراگاہ

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ستان/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
گل	+	ستان	=	گلستان
شب	+	ستان	=	شبستان
قبر	+	ستان	=	قبرستان

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ چہ/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
دیگ	+	چہ	=	دیگچہ
کتاب	+	چہ	=	کتابچہ
کو	+	چہ	=	کوچہ

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ یزہ/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
مشک	+	یزہ	=	مشکیزہ

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ / زار / استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
گل	+	زار	=	گلزار
مرغ	+	زار	=	مرغزار

لالہ	+	زار	=	لالہ زار
سبزہ	+	زار	=	سبزہ زار

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/سار/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
کوہ	+	سار	=	کہسار
شاخ	+	سار	=	شاخسار
رخ	+	سار	=	رخسار

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ہ/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
سبز	+	ہ	=	سبزہ
نقش	+	ہ	=	نقشہ
زرد	+	ہ	=	زردہ

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/آر/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ		اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
گفت	+	ار	=	گفتار
رفت	+	ار	=	رفتار
کرد	+	ار	=	کردار
دید	+	ار	=	دیدار

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ/ بازی/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
قمار	+	بازی	=	قمار بازی
پتنگ	+	بازی	=	پتنگ بازی

ہندی الاصل الفاظ کے ساتھ:

لفظ		اشتقاقی لاحقے		مشتق لفظ
گیند	+	بازی	=	گیند بازی
بلا	+	بازی	=	بلابازی

فارسی دخیل الفاظ میں لاحقہ /باری/ استعمال کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ		اشتقاقی لاحقے		مشتق لفظ
ژالہ	+	باری	=	ژالہ باری
برف	+	باری	=	برف باری
گولا	+	باری	=	گولاباری

(ب) ہندی الاصل الفاظ میں:

اسم عام میں /ی/ اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		اشتقاقی لاحقے		مشتق لفظ
چور	+	ی	=	چوری
ٹھگ	+	ی	=	ٹھگی
دیس	+	ی	=	دیسی
سگا	+	ی	=	سگائی
برا	+	ی	=	بُرائی
اچھا	+	ی	=	اچھائی
میٹھا	+	ی	=	مٹھائی

ہندی الاصل صفت میں /آئی/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ		اشتقاقی لاحقے		مشتق لفظ
گول	+	ا + ی	=	گولائی
ڈھیٹ	+	ا + ی	=	ڈھٹائی

ہندی الاصل حاصل مصدر میں /آئی/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	اشتقاقی لاحقے		مشتق لفظ
پڑھنا	پڑھ + آئی	=	پڑھائی

چڑھنا	چڑھ +	آئی	=	چڑھائی

ہندی الاصل صفت اور اسم میں /پا/ اور /پن/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
بوڑھا	+	پا	=	بڑھاپا
موٹا	+	پا	=	موٹاپا (مٹاپا)
بہن	+	پا	=	بہناپا
کنوار	+	پن	=	کنوارپن
سیان	+	پن	=	سیانپن

پن والی مثالوں میں صفت کے آخری مصوتہ /آ/ کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

ہندی الاصل صفت اور فعلی مادے میں /ہٹ/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
چکنا	+	ہٹ	=	چکناہٹ
کڑوا	+	ہٹ	=	کڑواہٹ
گھبرانا گھبرا	+	ہٹ	=	گھبراہٹ
مسکرانا مسکرا	+	ہٹ	=	مسکراہٹ
کسمسانا کسمسا	+	ہٹ	=	کسمساہٹ

ہندی الاصل صفت میں /ک/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
ٹھنڈا	+	ک	=	ٹھنڈک
کالا	+	ک	=	کالک

ایسی مثالوں میں صفت کے آخری مصوتہ /آ/ کی ادائیگی نہیں ہوتی۔

ہندی الاصل صفت میں /س/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
میٹھا	+	س	=	مٹھاس

کھٹا	+	س	=	کھٹاس

ہندی الاصل صفت میں /تی / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
کم	+	تی	=	کمتی
بڑھ	+	تی	=	بڑھتی

ہندی الاصل حاصل مصدر میں /تی / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
بھرنا	بھر	+	تی	=	بھرتی
چڑھنا	چڑھ	+	تی	=	چڑھتی
بڑھنا	بڑھ	+	تی	=	بڑھتی
گننا	گن	+	تی	=	گنتی

ہندی الاصل حاصل مصدر میں /آن/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
اڑنا	اڑ	+	ان	=	اُڑان
اٹھنا	اٹھ	+	ان	=	اٹھان
لگنا	لگ	+	ان	=	لگان

ہندی الاصل حاصل مصدر میں /آؤ/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
چھڑکنا	چھڑک	+	آؤ	=	چھڑکاؤ
تاننا	تان	+	آؤ	=	تناؤ
جھکنا	جھک	+	آؤ	=	جھکاؤ

ہندی الاصل حاصل مصدر میں /آوا/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
پہننا	پہن	+	آوا	=	پہناوا
دیکھنا	دیکھ	+	آوا	=	دکھاوا

ہندی الاصل حاصل مصدر میں / آوٹ / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
بننا	بن	+	آوٹ	=	بناوٹ
سجنا	سج	+	آوٹ	=	سجاوٹ

ہندی الاصل حاصل مصدر میں / ن / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
سوجنا	سوج	+	ن	=	سوجن
جلنا	جل	+	ن	=	جلن
پھسلنا	پھسل	+	ن	=	پھسلن
کترنا	کتر	+	ن	=	کترن
اکڑنا	اکڑ	+	ن	=	اکڑن
بیلنا	بیل	+	ن	=	بیلن
چلنا	چل	+	ن	=	چلن

ہندی الاصل حاصل مصدر میں / ت / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
کھپنا	کھپ	+	ت	=	کھپت

بچنا	بچ	+	ت	=	بچت
چلنا	چل	+	ت	=	چلت
پھرنا	پھر	+	ت	=	پھرت

ہندی الاصل فعلی مادے میں / ا/ کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
گھیرنا	گھیر	+	ا	=	گھیرا
جھولنا	جھول	+	ا	=	جھولا
ٹھیلنا	ٹھیل	+	ا	=	ٹھیلا

ہندی الاصل فعلی مادے میں / و / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
جھاڑنا	جھاڑ	+	و	=	جھاڑو

ہندی الاصل فعلی مادے میں / صفر صرفیہ / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
کاٹنا	+	صفر صرفیہ	=	کاٹ
ناپنا	+	صفر صرفیہ	=	ناپ

ہندی الاصل فعلی مادے میں/ نی /کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
پھونکنا	پھونک	+	نی	=	پھونکنی
اوڑھنا	اوڑھ	+	نی	=	اوڑھنی
کترنا	کتر	+	نی	=	کترنی
چھاننا	چھن	+	نی	=	چھننی

ہندی الاصل اسم میں / ڑا / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
دکھ	+	ڑا	=	دکھڑا
مکھ	+	ڑا	=	کھڑا
چم چم	+	ڑا	=	چمڑا

ہندی الاصل اسم میں / ڑی / کا اضافہ کرکے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
دام	دم	+	ڑی	=	دمڑی
آنت	انت	+	ڑی	=	انتڑی
پنکھ		+	ڑی	=	نکھڑی
چم	چم	+	ڑی	=	چمڑی
آنکھ	انکھ	+	ڑی	=	پنکھڑی

ہندی الاصل اسم میں / یا / کا اضافہ کرکے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مشتق الفاظ عام طور سے اسم تصغیر ہوتے ہیں۔ اگر کسی اسم کی ہیئت سے ان کا اصل سے چھوٹا، حقیر یا معمولی ہونا ظاہر ہو تو اسے اسم تصغیر کہتے ہیں۔

لفظ	+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
ڈبہ	+	یا	=	ڈبیا
کھاٹ	+	یا	=	کھٹیا
بچی	+	یا	=	بچیا
چوہا	+	یا	=	چوہیا
گائے	+	یا	=	گیا
لڑکی	+	یا	=	لڑکیا

ہندی الاصل اسم میں / یال / آل / کا اضافہ کرکے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ		+	اشتقاقی لاحقے	=	مشتق لفظ
نانا	نانہ	+	یال	=	نانہال

دادا دادہ + یال = دادہیال

سسر + آل = سسرال

ہندی الاصل اسم میں / آنا / کا اضافہ کر کے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

لفظ + اشتقاقی لاحقے = مشتق لفظ

سمدھی + آنا = سمدھیانا

راجپوت + آنا = راجپوتانا

سر + آنا = سرہانا

ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان میں چونکہ موضوعاتی تنوع کی کیفیت کچھ زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اس زبان میں نئے نئے الفاظ اور تراکیب کے اختراع کی ضرورت شدید ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس زبان میں آزادانہ اشتقاقی لاحقوں کا استعمال نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔

●●●

تیسرا باب

تراکیب لفظی

زبان کسی لسانی گروہ کی ثقافت کا مرکزی نقطہ ہوتی ہے کیونکہ یہ اس گروہ کی ثقافت کے بنانے میں دوسرے تمام عناصر سے زیادہ حصّہ لیتی ہے۔ زبان خیالات و احساسات اور جذبات کے اظہار، دوسروں کے خیالات و احساسات کو معلوم کرنے اور اپنے تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر حاصل کیے ہوئے نتائج اور معلومات کے بنانے اور دوسروں کے تجربوں اور مشاہدوں کی بنا پر حاصل کیے ہوئے نتائج اور معلومات کا علم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر ترسیل خیال کا یہ ذریعہ درمیان میں نہ رہے تو انسانی رابطہ دشوار ہو جائے۔ زبان ایک دوسرے کو منسلک، یکجا اور منظم رکھتی ہے۔ اس طرح زبان لسانی گروہ کی ذہنی سطح کے معیار سے نسبت رکھتی ہے۔ قوموں کی ترقی و زوال کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی، معاشرے، تہذیب اور لسانی رویّے میں بھی مدوجزر نظر آتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو قوموں کی ثقافت کا مرکزی نقطۂ زبان ہوتی ہے۔ زندگی کی بلندیوں اور پستیوں میں زبان بھی ملتی رہتی ہے۔ ایک قوم جتنی بلند، معزز اور طاقتور ہوتی ہے اتنی ہے اس کی زبان بھی بلند مقام رکھتی ہے۔ زبان کی بلندی سے یہاں مراد صرف زبان کی وسعت، پھیلاؤ اور الفاظ کی کثرت ہے۔ کسی زبان کا ذخیرۂ الفاظ اس زبان کے بولنے والوں کی ضروریات اور معلومات پر مبنی ہوتا ہے۔ کسی مخصوص جغرافیائی حدود میں محصور زبان میں صرف ان الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے محدود ماحول اور معاشرے سے متعلق ہوں

اس لیے ان کے الفاظ کا ذخیرہ بھی محدود ہوتا ہے۔ لیکن یہ محدود ذخیرۂ الفاظ اس لسانی گروہ کی لسانی ضرورتوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ لیکن جب اس لسانی گروہ کا تعلق دوسری قوموں کے ساتھ ہوتا ہے تو نئے امور کے اظہار کے لیے مزید الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضرورت اگر ایک جانب مستعاریت سے پوری ہوتی ہے تو دوسری جانب اشتقاقیات و ترکیبات کی مدد لی جاتی ہے۔

مرکب الفاظ یا تراکیب لفظی:

مرکب الفاظ دو آزاد الفاظ کی ترتیب سے تشکیل دیے جاتے ہیں اُردو میں وضع الفاظ کی یہ شکل بہت ہی مقبول ہے۔ ترسیلی ضرورتوں کے مطابق برابر ہی نئی نئی تراکیب وضع ہوتی رہتی ہیں۔ تراکیب لفظی کی بہت سی صورتیں ممکن ہیں۔ وہ صورتیں جو اردو میں بالعموم مستعمل ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

الف۔ جمع الفاظ
ب۔ مرکب عطفی
ج۔ مرکب اضافی
د۔ مرکب بالہمزہ
ت۔ مرکب یائے مہموز
ز۔ مخلوط اشتقاقی Hyberdized

الف۔ جمع الفاظ:

ترکیب لفظی کی ایک آسان سی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو الفاظ باہم یکجا کر دیے جاتے ہیں اور ایک ترکیب وضع ہو جاتی ہے۔ ترکیب لفظی کی اس صورت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

پردہ + فاش + ریلی = پردہ فاش ریلی
بندوق + بردار = بندوق بردار
اتحادی + فوج = اتحادی فوج
اعلیٰ + سطحی = اعلیٰ سطحی، وغیرہ

ان تراکیب لفظی کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یکجا الفاظ میں دو طرح کا

رشتہ ہے۔ان میں سے ایک مضاف ہے اور دوسرا مضاف الیہ یا ان میں سے ایک صفت ہے اور دوسرا موصوف۔صفت اور اضافت کی علامتوں کو محذوف کر کے انھیں ایک ترکیب کی شکل میں وضع کر لیا گیا ہے۔دراصل اختصار زبان کا رجحان اس حذف یا تحریف کا سبب بنا ہے۔اردو زبان کا رجحان چوں کہ بالعموم اختصار زبان کی طرف ہوتا ہے۔لہٰذا اُردو زبان میں اسی قسم کی ترکیبوں کا خوب چلن ہے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

خوب صورت

بھائی بہن

مرد عورت

دوست احباب

پن چکی

پن بجلی

پن گھٹ

کٹھ پلا

کٹھ ملا

کٹھ حجتی

سنہرا حرف

الہامی کتاب

پتھر دل

فراخ دل

نرم دل

سخت دل

طوطا چشم

بدنام زمانہ

نام نہاد

اعلیٰ تعلیم

مسلم رہنما

منظر نامہ

پس منظر

پیش منظر

شرح خواندگی

تعلیمی پسماندگی

سماجی شناخت

نوآبادیاتی نظام

پناہگاہ

روپوش

لسانیات میں بالعموم ترکیب لفظی کو مندرجہ ذیل چار خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1۔اینڈوسینٹرک (Endocentric)

2۔ایکسوسینٹرک ((Exocentric (also bahuvrihi))

3۔کوپولیٹیو ((Copulative (also dvandva))

4۔اپوزیشنل (Appositional)

Endocentric Compounds (اینڈوسینٹرک مرکبات):

ترکیب لفظی کی وہ قسم جہاں ایک لفظ صفت ہوتا ہے اور دوسرا موصوف اینڈوسنٹرک ترکیب لفظی کہلاتا ہے۔مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مرکبات میں پہلا لفظ صفت ہے جب کہ دوسرا موصوف۔

پتھر دل

فراخ دل

نرم دل

سخت دل

نوآبادیاتی نظام
اعلیٰ تعلیم
مسلم رہنما
منظر نامہ
پس منظر
پیش منظر

ان مرکبات میں پہلے لفظ پر دوسرے لفظ کو فوقیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ موصوف کی دوسرے لفظ پر ہی معنی کا انحصار ہوتا ہے۔ ایسے مرکبات میں پہلا لفظ بالعموم دوسرے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود کر دیتا ہے۔ مثلاً اُردو ترکیبات پتھر دل، فراخ دل، نرم دل اور سخت دل پر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ ان ترکیبات میں صفت ''پتھر'' ''فراخ'' اور ''نرم'' موصوف ''دل'' میں نمایاں فرق پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معنوی اعتبار سے دوسرا لفظ اہم ہے لیکن پہلا لفظ ان میں معنوی فرق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ان ترکیبات لفظی میں 'پتھر' بہ ظاہر اسم ہے لیکن بطور صفت استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت قواعد میں ایسے اینڈوسنٹرک مرکبات کو '' کرم دھریہ'' مرکبات کہا جاتا ہے۔ یعنی '' کرم دھریہ مرکبات'' میں دونوں لفظ بظاہر اسم ہوتے ہیں لیکن ایسے مرکب کا پہلا لفظ صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

Exocentric Compounds (ایکزوسنٹرک مرکبات):

ایسی تراکیب لفظی جہاں معنوی پیچیدگی ہو ایکزوسنٹرک مرکبات کہلاتی ہیں۔ ان مرکبات کا معنوی دائرہ مرکب کے دونوں لفظ کے معنوی دائرے سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وضاحت کے لیے مرکب ''طوطہ چشم'' کی معنوی پیچیدگی پر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ اس ترکیب لفظی کا مفہوم لفظوں کے جزوی مفہوم سے قطعی مختلف ہے۔ تقریباً یہی کیفیت مندرجہ ذیل الفاظ میں نظر آتی ہے:

کٹھ ملا

کٹھ دلیلی

پتنگ چھری

اندھا کنواں

اندھا قانون

گڑ گوڑ

پاؤں بھاری

جنگل راج

لنگوٹیا یار

لگی لپٹی

ماہی پشت

اندھا بھینسا

گھٹا ٹوپ

ان مثالوں میں اینڈوسنٹرک ترکیب لفظی کی طرح ایک لفظ صفت اور دوسرا لفظ موصوف نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ دونوں لفظ مل کر ایک نئے مفہوم کی ادائیگی کرتے ہیں۔ ایسے مرکبات سنسکرت قواعد کی رو سے بہوورہی مرکبات کہلاتے ہیں۔ ان تراکیب لفظی کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان مرکبات میں دونوں لفظ مل کر ایک نئے مفہوم کی ادائیگی کرتے ہیں۔ مثلاً ''کٹھ ملا'' یا ''کٹھ دلیلی'' کا دور دور تک کاٹھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان تراکیب لفظی کا استعمال بے معنی ضد کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ''پتنگ چھری'' کا استعمال چغل خور اور جھوٹی عورت کے لیے ہوتا ہے۔ گویا اس ترکیب لفظی کا کوئی رشتہ نہ پتنگ کے لغوی معنی سے ہے اور نہ چھری کے لغوی معنی سے۔ ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان مرکبات کے دونوں لفظ مل کر ایک نئے مفہوم کی ادائیگی کرتے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے اگر ہم ان لفظوں کے معنی پر ایک نظر ڈالیں تو محسوس ہوگا کہ یہ مرکبات اپنے لغوی معنی سے دور ایک نئے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔

ترکیب لفظی	معنی
کٹھ ملا	اپنے ضد پر قایم
کٹھ دلیلی	بے معنی دلیل
چنگ چھری	چغل خور عورت
اندھا کنواں	کنواں جس میں پانی نہ ہو
اندھا قانون	لاقانونیت
گڑ گودڑ	گودڑی
پاؤں بھاری	حاملہ
جنگل راج	لاقانونیت
لنگوٹیا یار	بچپن کا دوست
لگی لپٹی	طرفداری
ماہی پشت	کارچوب
اندھا بھینسا	ایک عوامی کھیل
گھٹاٹوپ	وہ غلاف جو پالکی کے اوپر ڈالا جائے

گھٹاٹوپ اس پری کی پالکی کا جو ہوا او چھا
تو پاٹ اک اس میں لے کر چادر مہتاب کا جوڑا
(انشا)

لازم اس ماہ کی سواری میں گھٹاٹوپ بھی ہے
نہ بھگو دے کہیں سکھیاں کا سب تو گھٹا
(ناسخ)

کٹھ مستار — جوان توانا اور مست شخص

پیری میں بھی جوان رکھا ہے دختر تاک کی صحبت نے
یعنی پی پی ئے انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو
(میر)

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہو وریہی مرکبات میں ترکیب لفظی اپنے لغوی معنی سے الگ استعمال ہوتے ہیں۔

Copulative compounds (کوپولیٹیو مرکبات):

ایسے مرکبات جن میں دونوں لفظ کو یکساں فوقیت حاصل ہوتی ہے copulative compound کہلاتے ہیں۔ ایسے مرکبات میں پہلا لفظ دوسرے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا ہے اور اسی طرح دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا۔ مثلاً اردو ترکیبات بھائی بہن، ساس سسر، جل تھل اور دھن دولت پر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ ان ترکیبات میں دونوں لفظ کی معنوی اہمیت میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان مرکبات میں معنوی اعتبار سے دونوں لفظ اہم ہوتے ہیں۔

بھائی بہن

ساس سسر

جل تھل

دھن دولت

سیاہ سفید

سفید براق

رات دن

صبح شام

آج کل

روز روز

رونا دھونا

پڑھائی لکھائی

ماں باپ

شکل صورت

مزاج بات

بوڑھے بچے

دین دنیا

چلت پھرت

اچھا برا

سوچ سمجھ

آل اولاد

مثلاً اختر الایمان کی نظم ''یادیں'' کے اس بند میں ترکیب لفظی 'آل اولاد' کا استعمال دیکھیں:

یہ بالک آج بھی حیراں میلہ جوں کا توں ہے لگا
حیراں ہے بازار میں چپ چاپ کیا کیا بکتا ہے سودا
کہیں شرافت، کہیں نجابت، کہیں محبت، کہیں وفا
آل اولاد کہیں بکتی ہے، کہیں بزرگ اور کہیں خدا
(اختر الایمان۔یادیں)

ان تمام تراکیب لفظی میں دونوں لفظوں کو یکساں اہمیت حاصل ہے اور معنی کے تعین میں دونوں لفظ اپنے لغوی معنی سے بہت دور نہیں ہوتے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرکبات کی یہ قسم کرم دھریہ یا بہو ورہی مرکبات سے مختلف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سنسکرت قواعد نویسوں نے اسے دووندوا کہا ہے۔ یعنی دووندوا مرکبات میں دونوں لفظ کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

اپوزیشنل ترکیب لفظی:(Axymoron- Appositional)

ترکیب لفظی کی وہ قسم جہاں دو متضاد صفت کسی موصوف کی صفت بیان کرے اپوزیشنل ترکیب لفظی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مرکبات میں پہلی صفت دوسری صفت کی متضاد خوبی بیان کرتی ہے۔

لاتعلق تعلق

داغ داغ اجالا

مردہ زندگی

بے رنگ رنگت

بے نور چاندنی

پڑھے لکھے جاہل

شریف بدمعاش

اپوزیشنل ترکیب لفظی کی ایک خوب صورت مثال اختر الایمان کی نظم ''ایک لڑکا'' کے اس حصے میں نظر آتی ہے۔

سحر کی آرزو میں شب کا دامن تھامتا ہوں جب
یہ لڑکا پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو

''سحر کی آرزو'' اور'' شب کا دامن'' کی تراکیب متضاد خوبی بیان کرتی ہے لہٰذا یہ اپوزیشنل ترکیب لفظی کی ایک خوب صورت مثال ہے۔

1۔ب۔ مرکب عطفی:

مرکب عطفی ایسے دو الفاظ کی یکجائی سے وضع کیے جاتے ہیں جن کے وسط میں ایک 'واؤ' موجود ہوتا ہے۔ جیسے:

نرم و نازک

آہ وزاری

تیر و نشتر

خواب وخیال

علاج ومعالجہ

مردوزن

گفت وشنید

دیدہ ودل

رنج وغم

شام وسحر

گل وبلبل

راز ونیاز

رنج وراحت

سود وزیاں

در ودیوار

روز وشب وغیرہ

ان تراکیب لفظی کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان میں سے کچھ ہم معنی الفاظ کی ترتیب سے وضع کی گئی ہیں تو کچھ متضاد الفاظ کی یکجائی سے وضع ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر نرم ونازک، آہ وزاری، رنج وغم اور تیر ونشتر ،تقریبا ہم معنی الفاظ ہیں اور ان کی یکجائی کا مقصد محض قوت ترسیل میں اضافے کی خواہش ہے۔ دوسری طرف روز وشب، گفت وشنید، لیل ونہار وغیرہ متضاد الفاظ ہیں اور ان کی یکجائی حسن کلام میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ بہر حال! یہ ترکیب ادبی زبان میں بھی خوب رائج ہے مثال کے طور پر مخمور سعیدی کا یہ شعر دیکھیں :

ہمارے شام و سحر کا قصہ
ہزیموں کا حساب سا ہے

ج۔ مرکب اضافی:

ایسے آزاد الفاظ جو علامت اضافت کے ذریعے یکجا کی جاتی ہیں مرکب اضافی کہلاتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

خواہش دیرینہ۔

اضافت کا مطلب ہوتا ہے دو لفظوں میں تعلق پیدا کرنا۔ ایسے مرکبات میں پہلے لفظ کو

مضاف اور دوسرے لفظ کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔ مثلاً "خواہش دیرینہ" میں خواہش مضاف ہے اور دیرینہ مضاف الیہ۔ اردو میں مرکب اضافی کی تین قسمیں ہیں: اضافت زیر، اضافت بالہمزہ، اور اضافت یائے مہموز۔

اضافت زیر:

اگر مرکب اضافی میں مضاف کسی مصمتے یا مصوتہ ری/ر پر ختم ہو تو اضافت زیر کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً:

رسم وفا
تعمیر نو
اظہار غم
ایصال ثواب
درد دل
مرد میداں
بیماری عشق
وادی کشمیر
بازی عشق وغیرہ

یہ ترکیب دوسری ترکیبوں کی طرح جہاں اختصار کلام کا باعث ہوتی ہیں وہیں حسن کلام میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔ لہٰذا ترسیلی زبان میں ان کا استعمال خوب ہوتا ہے۔

ترکیب بالہمزہ :

تراکیب لفظی کی ایک صورت ہمزہ کے استعمال سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ مرکب الفاظ کا پہلا لفظ یعنی مضاف اگر ہائے مختفی پر ختم ہوتا ہو تو ایسی صورت میں ہمزہ کا استعمال کر کے ترکیب وضع کرتے ہیں۔ جیسے

ملکۂ ترنم
نغمۂ شیریں

وقفۂ مختصر

واقعۂ کربلا

مظاہرۂ احتجاج

معرکۂ حق و باطل وغیرہ

ادبی زبان میں بھی اس کا استعمال عام ہے۔ مثال کے طور پر مخمور سعیدی کا یہ شعر دیکھیں:

ہمیں سے اک ربط خاص اس کو

ہمیں سے کچھ اجتناب سا ہے

ترکیب یائے مہموز:

یائے مہموز کا استعمال ایسی جگہوں پر ہوتا ہے جہاں ترکیب میں شامل پہلے لفظ کا اختتام 'ا' یا 'و' پر ہو رہا ہو۔ یائے مہموز سے وضع پانے والی چند تراکیب حسب ذیل ہیں۔

بوئے گل

صدائے وطن

سزائے موت

سوئے چمن

روئے جاں

وغیرہ

اضافت مقلوب:

اضافت مقلوب میں مضاف پہلے آنے کے بجائے بعد میں آتا ہے اور مضاف الیہ پہلے آتا ہے۔ گویا اضافت مقلوب میں لفظوں کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اضافت کا زیر استعمال نہیں ہوتا۔

زہراب	آب ِ زہر
سیلاب	آب ِ سیل
ہردل عزیز	عزیز ہردل

قید خانہ	خانۂ قید
مال خانہ	خانۂ مال
آتش خانہ	خانۂ آتش

ترکیب مخلوط: (Hybridized)

جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے ترکیب مخلوط ایسی ترکیبوں کو کہتے ہیں جن کا ایک لفظ اُردو الاصل ہو اور دوسرا لفظ اردو کا نہ ہو اور دونوں کو یکجا کر کے ایک ترکیب وضع کر لی گئی ہو۔ اس نوع کی تراکیب لفظی کی چند مثالیں درج ذیل ہے۔

سلک پردے
خواتین کیمپس
تولیدی ٹکنالوجی
خواتین بل
خواتین رزرویشن
ایکوایر اراضی وغیرہ

ان تمام تراکیبوں میں ایک لفظ انگریزی سے مستعار ہے تو دوسرا لفظ اردو کا ہے۔ معیاری زبان میں یہ ترکیبیں ہنوز رائج نہیں لیکن اردو کی ترسیلی زبان میں ان کا چلن خوب ہے۔ دراصل ترسیلی زبان میں تنوع کی ایک کیفیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے تیز رفتاری سے رونما ہونے والے واقعات و حادثات اور سیاسی، معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کا سیدھا رشتہ ترسیلی زبان سے ہوتا ہے۔ ترسیلی زبان میں ان نئے واقعات و حادثات اور سیاسی پہلوؤں کو سمیٹنا اور پھر انھیں پوری تاثیر، ایمانداری اور خوش اسلوبی کے ساتھ قارئین یا سامعین تک پہنچانا ترسیلی زبان کی اولین ذمے داری ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں محض روایتی معیاری زبان سے کام نہیں چلتا۔ ترسیلی زبان کو اپنے محاورے خود گڑھنے ہوتے ہیں اور اپنی نئی لفظیات کی تشکیل و تعمیر بھی اسے خود ہی کرنی ہوتی ہے۔ اس کوشش میں نئے نئے الفاظ اور نئی نئی ترکیبیں وضع ہوتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ٹکسال باہر ہو جاتی ہیں لیکن کچھ معیاری زبان کا حصّہ بھی بن جاتی ہیں۔

ترکیب اختصار: Truncation / Clipping

وضع الفاظ کی ایک اور صورت ترکیب اختصار ہے۔ ترکیب اختصار کی صورت میں الفاظ میں اضافہ اور تبدیلی کے برعکس جز لفظ کے حذف کا جمال کارفرما نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر لوٹنا یا لوٹا جانا ایک مصدر ہے۔ لیکن اکثر لفظ لوٹنا 'لٹنا' کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح صدر جمہوریہ ہند محض 'صدر' ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اُردو زبان میں ترکیب اختصار کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ دراصل ترسیلی زبانوں میں معیار زبان کو برقرار رکھنے کی طرف توجہ کچھ کم ہوتی ہے۔ اور کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ خیالات کی ترسیل میں اختصار اور تاثیر کی لذت کے پہلو زیادہ نمایاں ہوں۔ مختلف اُردو روزناموں کی یہ چند سرخیاں ترکیب اختصار کے استعمال کی عمدہ مثالیں ہیں:

1۔ بغداد، بصرہ اور شمالی موصل میں دکانیں لٹ رہی تھیں اور دکان مالک بے بسی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

2۔ نئی پن بجلی پالیسی کا اعلان

3۔ کراچی کے لیے پروازیں، بات چیت جاری

4۔ صدر ابوالکلام اجمیری گیٹ کے اسکول میں بچوں سے ملیں گے

پہلی سرخی میں دُکانیں لوٹی جارہی تھیں کی جگہ دکانیں لٹ رہی تھیں کا استعمال اختصار پسندی اور شدت تاثیر میں اضافے کی خواہش کا نتیجہ ہے۔ یہی بات پروازیں اور صدر ابوالکلام کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہیں۔ ضرورت اختصار نے فضائی پروازیں کو محض پروازیں اور صدر جمہوریہ ہند ابوالکلام کی جگہ صدر ابوالکلام کی شکل اختیار کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔ مثال نمبر 2 کا خط کشیدہ لفظ پن بجلی ایک اور مثال ہے۔ جو Hydro Electricity کے لیے مستعمل ہے۔ انگریزی زبان میں ترکیب اختصار کا استعمال عام نظر آتا ہے۔ مندرجہ ذیل مثالیں انگریزی زبان میں ترکیب اختصار کی وضاحت پیش کرتی ہیں۔

Lab	for	laboratory
Prof.	for	professor
Gym	for	gymnasium
Exam	for	examination

Math for mathematics

ایسی ترکیبات لفظی میں اردو کا رجحان یہ ہے کہ صفت بتانے والا لفظ عام طور پر مخفف ہو کر ایک نئی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ کی ساخت پر غور کریں:

پانی کی بجلی	پن بجلی
پانی کا گھاٹ	پن گھٹ
پانی کی چکی	پن چکی وغیرہ

ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو زبان کے مزاج کی امتیازی صفت اختصار پسندی اور جامعیت ہے۔ لہٰذا اردو زبان میں اشتقاقی اختصار کا چلن عام ہے۔ اُردو میں ترکیب اختصار کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پس ترکیب اختصار	Back clipping
پیش ترکیب اختصار	Fore-clipping
مختلف الاجزا ترکیب اختصار	Complex clipping

پس ترکیب اختصار:

پس ترکیب اختصار کی صورت میں الفاظ میں اضافہ اور تبدیلی کے برعکس جز لفظ کے حذف کا جمال کارفرما نظر آتا ہے۔ یعنی اردو زبان کے مزاج کی امتیازی صفت اختصار پسندی اور جامعیت کی وجہ سے پس ترکیب اختصار میں لفظ کا ابتدائی حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے اور لفظ کا آخری حصہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

پانی	پن
آدھا	ادھ
صدر جمہوریۂ ہند	صدر

پیش ترکیب اختصار:

پیش ترکیب اختصار کی صورت میں لفظ کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا جاتا ہے اور لفظ کا آخری حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً:

ٹیلی فون	فون

ریل گاڑی　　　　گاڑی

مختلف الاجزا ترکیب اختصار:

مختلف الاجزا ترکیب اختصار کی اصطلاح ان مرکبات کے لیے ہوتی ہے جہاں دو لفظ کا استعمال نظر آتا ہے لیکن حذف و اختصار کی کیفیت کسی ایک لفظ یا دونوں لفظ میں نظر آتی ہے۔

جیسے:

پن چکی

پن بجلی

مرگھٹ

پن گھٹ

تکرار لفظی:

کسی لفظ کو مکرر لا کر ایک نئے لفظ یا ترکیب کو وضع کرنا تکرار لفظی کہلاتا ہے۔ تکرار لفظی کے ذریعے وضع شدہ الفاظ بعض اوقات اصل لفظ سے معنی میں بالکل ہی الگ ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس عمل کے نتیجے میں ان کی ترسیلی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پانی ایک اسم ہے لیکن پانی پانی ہونا یا کرنا ایک محاورہ ہے اور بالکل ہی ایک الگ مفہوم میں مستعمل ہے۔ تھکنا ایک مصدر ہے۔ لیکن جب ہم یہ کہیں کہ وہ تھک تھکا کے آیا تو اس کا مفہوم تھکنا سے قدرے مختلف ہو جاتا ہے۔ تکرار لفظی کے عمل سے وضع کردہ ایسے الفاظ جو محض ترسیلی قوت میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں، ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

تنہا تنہا

صف بہ صف

تر بہ تر

جلا جلا کر

ایسے الفاظ چونکہ تاثر میں شدت کی کیفیت پیدا کرتے ہیں لہٰذا ان کا استعمال شاعری میں زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شاخِ شجر سے پتے گرے جب بھی ٹوٹ کے
روئی تمام خلق خدا پھوٹ پھوٹ کے

کچھ بھی دکھائی دیتا نہیں دور دور تک
چبھتی ہے سوئیوں کی طرح جب رگوں میں رات

ان مثالوں سے عیاں ہے کہ اردو میں تکرار لفظی کی صورت بہت ہی مقبول ہے۔ دراصل اشتقاقی تکرار جنوبی ہندوستان کی تقریباً تمام زبانوں کی خصوصیات ہے ان میں قدرے پھیلاؤ کی صورت ہوتی ہے جو اختصار کے منافی ہے۔ لیکن بہر حال اردو زبان میں بھی ان کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اُردو میں تکرار لفظی کو بنیادی طور پر دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

مکمل تکرار لفظی
غیر مکمل تکرار لفظی
معنوی تکرار لفظی

ان تینوں تکرار لفظی میں بنیادی فرق طریقۂ تکرار میں فرق ہے۔ اس فرق کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے مکمل تکرار لفظی اور غیر مکمل تکرار لفظی کو اپنے طور پر الگ الگ سمجھنا ضروری ہے۔

مکمل تکرار لفظی:

یہ تکرار لفظی کی وہ قسم ہے جہاں ایک لفظ کو تکرر لا کر ترکیب لفظی وضع کی جاتی ہے اور اس ترکیب لفظی کی وجہ سے ایک نئی معنوی جہت پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

دھیرے دھیرے
آہستہ آہستہ
جلدی جلدی
جاؤ جاؤ
باغ باغ
پتہ پتہ

بوٹہ بوٹہ

روئی روئی

اچھے اچھے

موٹے موٹے

میٹھے میٹھے

ان تراکیب میں اگر لفظوں کو مکرر لا کر ترکیب لفظی وضع نہ کی جائے تو وہ معنوی پہلو ابھر کر سامنے نہیں آئے گا جن کی یہ نشاندہی کرتے ہیں۔

ورق ورق جو بکھر چکی ہو

ہمارا دل اس کتاب سا ہے

وہ زندگی جی رہا ہوں اب میں

کہ لمحہ لمحہ عذاب سا ہے

یعنی لفظ 'ورق' یا 'لمحہ'' کا معنوی آہنگ ترکیب لفظی ''ورق ورق'' یا ''لمحہ لمحہ'' سے بالکل مختلف ہے اور یہی کیفیت دوسرے تراکیب لفظی کے ساتھ بھی ہے۔ یہاں شاید اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس تکرار لفظی میں اُردو ذخیرۂ الفاظ کے تمام الفاظ مثلاً اسم، صفت، فعل، مکرر استعمال ہوئے ہیں۔

اسم کی تکرار:

باغ باغ

دریہ دریہ

گلشن گلشن

کلی کلی

صفت کی تکرار:

اچھے اچھے

میٹھے میٹھے

لال لال

لمبے لمبے

فعل کی تکرار:

جاؤ جاؤ

آؤ آؤ

بیٹھو بیٹھو

جائیے جائیے

فعل کی تکرار:

چلتے چلتے

دھیرے دھیرے

جلدی جلدی

آہستہ آہستہ

اوپر اوپر

غیر مکمل تکرار لفظی:

غیر مکمل تکرار لفظی، تکرار لفظی کی وہ قسم ہے جہاں لفظ کو مکرر لا کر ترکیب لفظی وضع نہیں کی جاتی بلکہ لفظ کے آخری حصے کی تکرار پیدا کی جاتی ہے اور شروع کے حصے کو اُردو رور سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

چائے وائے

کھانا وانا

روٹی ووٹی

بچے وچے

کتاب وتاب

فلم ولم

لڑکے وڑکے

گاڑی واڑی

کاروار

پڑھائی وڑھائی

شام وام

معنوی تکرار لفظی:

تکرار لفظی کی اس قسم میں صوتی مشابہت کی جگہ معنوی مشابہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔یعنی ایسی مثالوں میں معنوی تکرار کی نشان دہی بہ خوبی کی جاسکتی ہے۔مثلاً:

دھن دولت

روپیہ پیسہ

شان شوکت

رسم رواج

کود پھاند

شادی بیاہ

لال سرخ

اجلا سفید

ریت رواج

جوش خروش

ان مثالوں میں صوتی مشابہت کی جگہ ایک معنوی تکرار نظر آتی ہے۔یعنی ''دھن'' اور ''دولت'' ہم معنی الفاظ ہیں اور تقریباً یہی صورت دیگر تمام مثالوں کی ہے اور اسی وجہ سے انھیں معنوی تکرار لفظی کے خانے میں رکھا گیا ہے۔

خالی المعنی الفاظ:

اُردو میں بعض ایسی تراکیب لفظی رائج ہیں جن میں ایک لفظ تو بامعنی ہوتا ہے لیکن دوسرا لفظ خالی المعنی ہوتا ہے۔خالی المعنی لفظ کا استعمال صرف اس طرح کے تراکیب لفظی تک ہی محدود ہوتا ہے اور وہ تنہا استعمال میں نہیں آتا۔ایسے لفظ کو بے معنی کہنا شاید درست نہ ہو کیونکہ ان

تراکیب لفظی میں وہ ایک خاص ترسیلی قوت رکھتا ہے۔ مثلاً:

اڑوس پڑوس

شور شرابہ

آن بان

بات چیت

لت پت

دھر پکڑ

ان تمام مثالوں میں ایک لفظ بامعنی ہے جب کہ دوسرا لفظ خالی المعنی۔ مثلاً: ''پڑوس'' با معنی لفظ ہے لیکن ''اڑوس'' کی کوئی لغوی اہمیت نہیں ہے۔ یعنی یہ ایک خالی المعنی لفظ ہے۔ بہر کیف اس ترکیب میں اس کی اپنی ایک معنوی اہمیت ہے۔ ان تراکیب میں اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے خالی المعنی لفظ کا درجہ دیا جاتا ہے۔

●●●

چوتھا باب

مستعاریت بہ طور اصول لفظ سازی

فرڈینڈ ڈی ساسور (Ferdinand Desassure) نے 1916 میں (Langue) لانگ (لسان) اور (Parole) پیرول "تکلم کے تصورات" پیش کر کے لسانی تحقیق کو حیرت انگیز تبدیلیوں سے متعارف کرایا۔ ڈی ساسور کے نظریہ لانگ (Langue) اور پیرول (Parole) نے لسانی تحقیق میں انقلابی تبدیلیاں پیش کیں۔ لہٰذا بیسویں صدی میں کئی دہائیوں تک ماہرین لسانیات تکلم کے لسانیاتی مطالعوں کے ذریعے زبان کے زیریں نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ساسور (Sassure) کے ان انقلاب آفریں تصورات نے مطالعۂ زبان کو کئی نئے علمی شعبوں سے روشناس کرایا۔ ادبی تنقید پر بھی اس کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ لسانیات کی ایک اہم شاخ ساختیات نے جس طریقہ کار کو قبول کیا اس پر ساسور (Sassure) کے اثرات نمایاں ہیں۔ ساسور (Sassure) کے اس نظریے کے مطابق زبان ایک طرح کا لانگ (Langue) ہے اور پیرول (Parole) لانگ کی ایک ظاہری صورت ہے۔ ساسور (Sassure) کے نظریہ لانگ (Langue) اور پیرول (Parole) کو اس وقت مزید تقویت پہنچی جب چومسکی (Chomsky) نے اپنا نظریہ استعداد و انصرام (competence and performance) پیش کیا۔ چومسکی (Chomsky) کا یہ نظریہ ساسور (Saussure) کے پیش کردہ ڈائکوٹمی (Dichotmy) سے مختلف ہونے کے باوجود کئی

معنوں میں یکسانیت رکھتا ہے۔ساسور کا نظریہ لانگ اور چومسکی کا نظریہ استعداد جہاں زبان کے مجموعی اور مجرد نظام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہیں ساسور کا نظریۂ پیرول اور چومسکی کا نظریۂ انصرام انفرادی تکلم کو ظاہر کرتے ہیں۔ ساسور کا نظریۂ پیرول اور چومسکی کا نظریۂ انصرام ''تخلیقیت'' Creativity کو زبان کے جامع نظام کا جوہر سمجھتا ہے۔اس نظریے کے تحت ایک بات کہنے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں یا ایک ہی جملے کو کئی طرح سے تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ یہ نظریہ زبان کے اسالیبی فرق کو قبول کرتا ہے۔ جو ظاہری سطح پر مختلف لفظی ترتیب سے تشکیل پاتے ہیں۔ اپنے اسالیبی فرق کے باوجود یہ ایک ہی زیریں سطح سے مشتق ہوتے ہیں۔جس سے معنی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چومسکی کے TG گرامر کے موڈل (model) میں جملے کی زیریں سطح کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔لیکن اس کے دوسرے موڈل مختلف معنیات میں معنی اور اس کی توجیہہ کو کلیدی رول حاصل ہے۔

اس باب میں انسانی ذہن کی لسانی تخلیقیت کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے۔ جہاں فرد اپنے مخصوص لسانی وسائل کے باوجود نئے اور غیر محدود خیالات ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ یہ لسانی تخلیقیت زبان کو تبدیل کرتی رہتی ہے۔اور اس طرح تبدیلی، زبان کی فطرت کا نمایاں وصف بن جاتی ہے۔زبان میں تبدیلیاں یکلخت رونما نہیں ہوتیں بلکہ یہ تدریج ظہور پذیر ہوتی ہیں۔زبان چونکہ ایک جمہوری ادارہ ہے لہٰذا اس میں انفرادی کوششوں کی بے پناہ گنجائش اور اہمیت ہے۔ ترسیل عامہ کی زبان ان انفرادی کوششوں پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔اور یہ تبدیلیاں چلن میں آجاتی ہیں۔اس طرح لفظی، نحوی اور صرفی تبدیلیاں زبان کا حصہ بن جاتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں اختراعی کوششوں کا نتیجہ ہو سکتی ہیں یا پھر کسی زبان سے مستعار ہو سکتی ہیں۔کسی بھی زبان کے لغوی سرمائے کے تجزیے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زبان میں داخلیت یا مستعاریت کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔زبان چونکہ خلا میں ارتقا پذیر نہیں ہوتی ہے، اس لیے اس میں دوسری زبانوں سے ہم آہنگی کے زبردست امکانات ہوتے ہیں۔زبان کا یہ آپسی میل جول زبان کی ترقی و ترویج میں معاون ثابت ہوتا ہے۔اس میل جول کی وجہ سے دوسری زبان کے الفاظ زبان میں داخل ہو جاتے ہیں۔اور زبان کے لفظی سرمایے میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔مستعاریت کا یہ عمل زبان میں لغوی وسعت عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان میں مستعاریت کو ایک خاص

اہمیت حاصل ہے۔

اس باب میں اُردو میں مستعاریت کے بڑھتے چلن کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اردو روزناموں میں پیش کردہ مندرجہ ذیل سرخیوں سے اس کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ترسیل عامۃ کی زبان میں مستعاریت کا چلن روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

1۔ ارونا چل اسمبلی الیکشن ہفتہ کو، بہار میں انتخاب ملتوی
(قومی آواز)

2۔ بہار میں دوسرے دور کی پولنگ کل
(قومی تنظیم)

3۔ نورتھ کوریا پر ایٹمی پروگرام ترک کرنے کے لیے دباؤ
(راشٹریہ سہارا)

4۔ ہند۔ پاک ٹریک ٹو ڈپلومیسی بحال
(قومی تنظیم)

5۔ بابری سائٹ کے نیچے ڈھانچہ کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں
(قومی آواز)

6۔ پانچ ہزار وولٹ کے تار سے کرنٹ لگ کر ایک آدمی ہلاک
(قومی تنظیم)

اُردو زبان میں پولنگ، ڈپلومیسی، ایٹمی پروگرام، سائٹ، جیسے الفاظ کے استعمال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو زبان میں مستعاریت کا چلن بڑھتا جا رہا ہے۔ اردو روزناموں کی سرخیوں کا تجزیاتی مطالعہ واضح کر دیتا ہے کہ ان سرخیوں میں دو قسم کے عناصر ہیں ایک وہ جو اردو کے ماخذ زبان سے ملے ہیں اور دوسرے وہ جو موروثی ورثہ نہیں بلکہ انگریزی سے لیے گئے ہیں۔ دوسری زبان سے مستعار لینے کے اس عمل کو مستعاریت کہتے ہیں۔ مستعاریت کے اس عمل میں دینے والی زبان کو دائن (Lender) اور لینے والی کو حصولی (Borrower) کہا جاتا ہے۔ جو لفظ لیا جاتا ہے اسے نمونہ کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مثالوں میں ''ٹریک ڈپلومیسی''، ''سائٹ''، ''ایٹمی''، ''الیکشن'' وغیرہ مستعاریت کے نمونے ہیں۔

یوں تو ہر زبان کا اپنا انفرادی وجود اور اس سے وابستہ امتیازی خدو خال ہوتے ہیں جو اسے دوسری زبانوں سے الگ کرتے ہیں اس کے باوجود زبان اخذ وقبول کی کئی منزلوں سے گزرتی ہے۔ اخذ وقبول کا یہ عمل زبان کی تعمیر وتشکیل میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مستعاریت اخذ وقبول کے اس عمل کی ایک شکل ہے۔ مستعاریت کے چار ماخذ ہوتے ہیں۔

1۔ زبان کے قدیمی روپ سے
2۔ زبان کی کسی علاقائی بولی سے
3۔ زبان کے ترسیمی روپ سے
4۔ غیر زبان سے

ان ماخذ میں مستعاریت کا سب سے بڑا ماخذ کسی زبان سے کچھ لینے کا عمل ہے۔ اگر ذولسانی گروہ (Bilingual Group) زبان کے ارتقائی منزل کے کسی ایک دور میں ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کی زبان کے الفاظ ان زبانوں میں بے دریغ شامل ہونے لگتے ہیں۔ بالعموم یک طرفہ لسانی اثر پذیری کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ یعنی دونوں زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ مستعار لیتی ہیں۔ یہ مستعاریت لغوی سطح پر نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ لغوی مستعاریت لغوی سرمایے میں اضافے کا سب سے اہم محرک ہے۔ لیکن اس کا یہ قطعی مفہوم نہیں کہ زبان کے دوسرے شعبوں میں مستعاریت کی مثالیں نہیں ملتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مستعاریت زبان کے ہر شعبے میں ممکن ہے۔ صوتیاتی، مارفیمیاتی، نحوی اور معنیاتی سطح پر زبانیں ایک دوسرے سے اخذ وقبول کرتی ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ذخیرۂ الفاظ کی سطح پر مستعاریت کی مثالیں سب سے زیادہ ملتی ہیں۔ یہ الفاظ دیگر لغوی سطح پر مستعاریت زیادہ ہوتی ہے۔ اُردو ترسیل عامّہ کی زبان میں بھی لغوی سطح پر مستعاریت کا عمل نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

مندرجہ ذیل مثالیں لغوی مستعاریت کا نمونہ ہیں۔

"ٹکٹوں کی تقسیم کو لے کر بی جے پی میں اختلافات" (راشٹریہ سہارا)
"سونیا کے پارلیمانی حلقہ کی ترقی کے لیے جامع منصوبہ" (راشٹریہ سہارا)
"طلبہ کی میرٹ لسٹ جاری" (راشٹریہ سہارا)

1۔ ذولسانیت:(Bi-Lingualism)

مستعاریت کے اس عمل میں ذولسانیت (Bi-Lingualism) نمایاں رول انجام دیتی ہے یعنی مستعاریت کے لیے ذولسانی (Bi-lingual) ہونا لازمی شرط ہے۔ حصولی زبان (borrowing language) جب دائن زبان سے کوئی لفظ مستعار لیتی ہے تو اس لفظ کو اصل معنی کے ساتھ استعمال کرتی ہے، لیکن بعض صورتوں میں مستعار لفظ اصل سے مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ خاص طور پر اس صورت میں ہوتا ہے جب مستعار لینے والے نے اس کا مفہوم کسی قدر غلط سمجھا ہو مثلاً ہندی ترسیل عامہ کی زبان میں 'خلافت' 'قواعد' اور 'مدعا' جیسے الفاظ اپنے اصل معنی سے الگ بالکل نئے معنوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ معنوی تبدیلی کسی فرد واحد کی غلط فہمی کے سبب ممکن ہے، لیکن اس کی عوامی قبولیت ان معنوی تبدیلیوں کو عام کر دیتی ہے۔ عربی فارسی کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اردو میں آ کر اپنی ماخذ زبانوں سے بالکل مختلف مفہوم ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح دونوں زبانوں کے باہمی امتزاج سے نیز ہندی اور عربی فارسی کے پیوند سے صدہا الفاظ ایسے وضع ہو کر رائج ہو گئے جو اپنی اصل زبانوں سے بالکل انوکھی چیز ہیں اور ان کے صرفی ونحوی قواعد سے آزاد جیسے جمعدار کہ اصل میں جماعہ دار تھا یا افراتفری کہ اصل میں افراط و تفریط تھا یا ہندی میں بکیل، چلمن، لہو وغیرہ ایسے بدلے کہ اب ان کی اصل کا پتا لگانا بھی دشوار ہے۔ اس عمل کے لیے نہ کوئی خاص قاعدہ مقرر تھا نہ ہو سکتا ہے درحقیقت زبان کے بنانے والے جمہور ہوتے ہیں جو اپنی طبعی مناسبت اور لب ولہجہ کی سہولت کے لحاظ سے، موقع ومحل کے مطابق الفاظ تلاش کرتے ہیں اگر مروجہ لفظوں نے ان کی ضرورت پوری نہ کی تو وہ انھیں میں سے کسی کو توڑ مروڑ کر ایک نیا لفظ ڈھال لیتے ہیں یا کوئی بالکل نیا لفظ گڑھ لیتے ہیں۔ ان تفصیلات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ذولسانی Bilingual صورت حال الفاظ وتصورات کے بہ تدریج تداخل کا سبب بنتا ہے۔ یعنی نئے تصورات و مفاہیم کی ادائیگی کے لیے مستعاریت کے طریقۂ کار کو اپنایا جاتا ہے۔ اس طرح ذولسانیت Bilingualism مستعاریت کی ایک اہم وجہ بن جاتی ہے۔

2۔ لغوی مدوں کی عدم دستیابی:(Lexical gaps)

مستعاریت کی ایک دوسری اہم وجہ لغوی مدوں کی عدم دستیابی (Lexical gaps) ہے۔ لغوی مدوں کی عدم دستیابی کی صورت میں الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں۔ سماج میں سیاسی،

مذہبی، تہذیبی اور اقتصادی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ نئے تصورات و مفاہیم بھی در آتے ہیں۔ ان تصورات و مفاہیم کے اظہار کے لیے نئے الفاظ و تراکیب کے استعمال کی ضرورت کا احساس بڑھ جاتا ہے اور اس احساس کے تحت دوسری زبانوں سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح حصولی زبان میں مستعار الفاظ شامل ہو جاتے ہیں۔ لغوی مدوں کی عدم دستیابی مستعاریت کا دوسرا اہم سبب ہے۔ اُردو میں 'ٹیلی ویژن'، 'ٹیلی فون'، 'فیکس' وغیرہ کا استعمال لغوی مدوں کی عدم دستیابی کا سبب ہے۔ اُردو زبان میں مستعاریت کی ایسی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں جو لغوی مدوں کی عدم دستیابی کے سبب اُردو شاعری کی زبان میں مستعمل ہیں۔ چند مثالیں دیکھیں۔

ڈاکٹر انجکشن گولیوں سے
اپنے آپ میں ہمیں ڈھکیلتے ہیں
پلیز ڈاکٹر وہ گم شدہ مصرع کسی کیپسول میں دے دو
قسم سے کہتا ہوں میں نارمل ہو جاؤں گا

3۔ لسانی توقیر:(Linguistic Prestige)

مستعاریت کی تیسری اہم وجہ لسانی توقیر (Linguistic Prestige) ہے۔ بعض صورتوں میں اہل زبان مستعار الفاظ کا استعمال صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اعلیٰ طبقے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو جائے۔ اس مستعاریت کا واحد مقصد لسانی توقیر میں اضافہ ہے۔ مستعاریت کی ان مثالوں کی وجہ زبان میں لغوی مدوں کی عدم موجودگی نہیں ہوتی بلکہ لسانی توقیر (Linguistic Prestige) ہوتی ہے۔ اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں انتخاب یا چناؤ کی جگہ الیکشن کا استعمال یا مقام کی جگہ سائٹ کا استعمال لسانی توقیر کی مثال ہے۔ اُردو صحافت کی زبان میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جہاں مستعاریت کی وجہ لسانی توقیر ہوتی ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل سرخی اس کی عمدہ مثال ہے۔

''بابری سائیٹ کے نیچے ڈھانچہ کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں''
(راشٹریہ سہارا)
''الیکشن کی تاریخ طے'' (ان دنوں)

4۔ترسیلی امکانات:(Communicative Range):

مستعاریت کی چھٹی اہم وجہ ترسیلی امکانات (Communicative Range) ہیں۔ترسیلی امکانات کی اصطلاح لفظوں کے معنوی دائرے کی نشان دہی کرتا ہے۔مستعار الفاظ میں سچی ہم معنویت نہیں ہوسکتی کیوں کہ اصول زبان اس تفتیش کو برداشت نہیں کرتا ہے۔دخیل الفاظ میں لفظ کا مفہوم بالکل متعین اور قطعی نہیں ہوتا لہٰذا حصولی زبان کے لفظ کی جگہ مستعار لفظ کا بے تکلف استعمال ناممکن ہو جاتا ہے کیوں کہ مستعار لفظ کا معنوی دائرہ حصولی زبان کے لفظ سے مختلف ہوتا ہے اس بات کی وضاحت کے لیے اردو ترسیل عامہ کی زبان میں مستعمل لفظ "Loan" کا معنوی دائرہ اردو لفظ "قرض" سے قطعی مختلف ہے۔کچھ سیاقوں میں اردو لفظ "قرض" قابلِ تبادلہ ہوسکتا ہے لیکن بعض دوسروں میں نہیں۔اردو لفظ "قرض" میں جو منفی تصور پوشیدہ ہے وہ مستعار لفظ "Loan" لون میں نہیں ہے۔اسی طرح اردو لفظ 'مقروض' عقلی لحاظ سے مستعار لفظ 'Loany' سے قابل تبادلہ ہے لیکن ترسیلی لحاظ سے نہیں۔کیوں کہ مستعار لفظ "Loany" کا معنوی دائرہ لفظ "مقروض" کے معنوی دائرے سے قطعی مختلف ہے۔اسی طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظوں کے ترسیلی امکانات (Communicative Range) مستعاریت کی ایک اہم وجہ بن جاتے ہیں۔اردو ترسیل عامہ کی زبان میں مستعاریت کی ایسی کئی مثالیں مل جاتی ہیں جو لفظوں کے ترسیلی امکانات پر مبنی ہوتی ہیں۔مثلاً:

1۔مقروض کسانوں نے خودکشی کی

2۔ورلڈ بینک کی جانب سے مزید لون دینے کا وعدہ

3۔گرامین بینک نے کسانوں میں لون تقسیم کیا

وہ الفاظ جو عربی فارسی میں کچھ معنی رکھتے ہیں اور اُردو میں کچھ لیکن اب ان کا استعمال عربی یا فارسی معنی کے خلاف غلط بتایا جاتا ہے۔

1۔ وہ الفاظ اور ترکیبیں جو اپنی ساخت میں غلط بتائی جاتی ہیں۔

2۔ وہ الفاظ جو عربی فارسی میں کچھ معنی رکھتے ہیں اور اردو میں کچھ اور لیکن اب ان کا استعمال عربی یا فارسی معنی کے خلاف غلط بتایا جاتا ہے۔

لفظ	عربی فارسی معنی	اردو معنی	سند
دِقّت	باریکی	مشکل	''یہاں سے اس نے معبر کا رخ کیا۔ جو بے دِقّت اس کے قبضہ میں آ گیا۔ (محمد حسین آزاد اور سکندر اعظم) ع۔ بلا دِقّت میں بن جاؤں تری ساس ''اکبر الہ آبادی'' ان میں اور شعر میں حد فاصل قائم ہے زیادہ دِقّت اس لیے ہوتی ہے۔ (شعر العجم حصہ ۴)
اوقات	جمع وقت	حیثیت	''میں تو غریب آدمی ہوں ٹکے کی اوقات'' (جام سرشار)
عرصہ	میدان	مدت	''اور عرصہ دراز کے بعد ان کی زبان کو ادبی شان نصیب ہوئی کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے (غالب) ع۔ تواں بہ عرصہ چل روز یا دو ماہ رسید (نعمت خاں عالی)
سرپرست	خادم	مربی	''یہ بھی تجویز ہے کہ ان انجمن کی سرپرستی میں ایک رسالہ اردوے معلّٰی کے نام سے جاری کیا جائے۔'' '' اور کتاب کو اردو کے سب سے بڑے سرپرست اعلیٰ حضرت کی طرف نسبت دیکر نظام اردو کے نام سے موسوم کر دیا۔''
معافی	صیغہ اسم فاعلی بہ معنی کنندہ	چھما	طمع کے بعد معافی مانگنا یہ اور ستم ہے'' نوٹ۔ قابل معافی اور طالب معافی عام طور پر رائج ہیں

فرصت	نوبت	آرام پانا	ہر خط میں آلام وامراض گونا گوں کا رونا اور قلت فرصت کا رونا ہے" فرصت ناز بھی پہروں نہیں ملتی افسوس وہ ہے مصروف سہمائے فراواں کوئی (داغ)
مضطر	بے اختیار وبیچارہ	بے قرار	"اس کی چتون پھرتے ہی محفل میں ہلچل پڑ گئی مضطرب کو مضطراب مضطر کو مضطر لے چلا (داغ) ع۔ ساتھ اپنے انھیں لے کے گئی بانوئے مضطر (انیس) مضطر ہوں چین آئے پر آتا نہیں مجھے رونے میں منہ تیرا نظر آتا نہیں مجھے (انیس) ع۔ دیکھتے جاؤ ہمارے دل مضطر کے مزے
فضا	فراخی زمین و کشادگی صحن	بہار حالت	اک داغ رہ گیا ہے سو وہ بھی مٹا مٹا دل میں بہار عشق کی اب وہ فضا نہیں (داغ) ع۔ سنا جو کرتے تھے وہ باغ پر فضا ہے یہ (چکبست) ع۔ ازل میں تھی جو فضا اس کا یادگار ہے یہ (چکبست) " شاید آپ کو میں نے لفظ فضا کی تحقیق لکھدی تھی اگر اردو کے معنی لیے جائیں تو بہار کے ہو سکتے ہیں" شوق قدرانی مرقع ادب صفحہ 91
محرم	واقف کار	آنگیا	کسی کی محرم آب رواں کی یاد آئی حباب کے جو برابر کبھی حباب آیا

مشکور	شکر کیا گیا	شکر کرنے والا	ایک نے مجمع سادات میں بڑھ کر یہ کہا گر چہ اس لطف کے مشکور ہیں، ہم خاک نشین (شبلی) ''نہ یہ کہ سارا پنجاب خاص اردو کی واقفیت کے لیے ان کے مشکور ہو'' ع۔ نہ ہو مشکور کیوں پھر بندہ لطف کبریائی کا (ذکی) ''مدت کے بعد نامہ سعادت آیا ممنون و مشکور کیا'' (امیر مینائی)
منت	احسان کودن	خوشامد	اس نے مانی نہ کوئی میری بات منتیں کر کے بات بھی کھوئی (داغ)
تکلیف	کار فرمودن	دکھ	شب فراق کی تکلیف سے یقین آیا مقابل اس کے جہنم میں عیش ہوتا ہے (داغ)
خاطر	دل	آؤ بھگت مدارات	''دو جوہری بچہ ڈٹا ہوا ہے اور بڑی خاطریں ہو رہی ہیں'' (جام سرشار) ع۔ ''نانا کی طرح خاطر امت تھی زیادہ'' (انیس)
مرتبہ	درجہ و رتبہ	بار دفعہ	اُردو میں اس کا استعمال دفعہ کے معنی میں عام ہے اور اب فارسی میں بھی اس معنی میں عام ہو گیا ہے جیسے ذیل میں ''ازاں جملہ نہ سال دہشت ماہ مرتبہ اول حکومت نمود و بعد ازاں پانزدہ سال در کابل و قندھار مرتبہ ثانی.....''
غصہ	اندوہ	غیظ ۔ کردوہ	قلزم کے بدن میں لگ گئی آگ منہ پر غصہ سے آگئے جھاگ (برق) غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے (آتش)
روزگار	زمانہ	روزی	''ایک لڑکی چھ مہینے کی گود میں ابھی تک کوئی صحت روزگار نہیں اور نہ کہیں سے امید ہے'' (سودا)

ممنوع الفاظ:Taboo Words

5۔ مستعاریت کی ایک اور اہم وجہ لفظوں کا ممنوع ہونا ہے۔ اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں پست معنی کو موقر بنا کر پیش کرنے کی کوشش میں بعض صورتوں میں مستعاریت کی مدد لی جاتی ہے۔ مستعار الفاظ پست معنی کو موقر بنا دیتے ہیں۔ اس ذیل میں جنسی الفاظ کے لیے مستعار الفاظ کا استعمال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ مثلاً اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں "Toilet" "Urinal" یا "Stool" کا استعمال مستعاریت کی وہ قسم ہے جہاں مستعاریت پست معنی کو موقر بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مثلاً ان چند جملوں پر غور کریں۔

لائنس کلب نے گاندھی میدان کے قریب یوری نل بنانے کا ارادہ ظاہر کیا:

اس سرخی میں پیشاب خانہ کی جگہ یوری نل کا استعمال پست معنی کو موقر بنانے کی ایک عمدہ کوشش ہے۔

اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ذو لسانیت یا لغوی مدوں کی عدم دستیابی (Lexical Gaps) لسانی توقیر (Linguistic Prestige) ترسیلی امکانات (Communicative Range) اور پست معنی کو موقر بنانے کی کوشش (Euphimism) دوسری زبان سے مستعاریت کی اہم وجوہات ہیں۔ ذولسانی صورت حال میں ترسیل خیالات کی مجبوری مستعاریت کو فروغ دیتی ہے۔ اس عمل میں مستعار الفاظ و تصورات کا بہ تدریج تداخل ہوتا ہے۔

مستعاریت کا دوسرا بڑا ماخذ زبان کا قدیم روپ یا اس کی علاقائی بولیاں (Regional Dialects) ہیں۔ زبان کا علاقائی بولیوں سے مستعار لینے کا عمل زبان اور اس کی بولیوں کے ربط کے تحت آ جاتا ہے۔ ترسیل عامہ کی زبان میں علاقائی بولی کے علاوہ طبقاتی یا تکنیکی بولی سے بھی الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں۔ یہ مستعاریت کی وہ قسم ہے جہاں طبی یا قانونی اصطلاحیں نئی معنویت کے ساتھ ترسیل عامہ کی زبان میں چلی آئی ہیں۔ مثلاً مدعا اور مدعی کی قانونی اصطلاح ترسیل عامہ کی زبان میں اپنی نئی معنویت کے ساتھ مستعمل ہے۔

1۔ کانگریس اسمبلی میں یہ مدعا اُٹھائے گی۔

2۔ اس مدے پر بی۔ جے۔ پی کا احتجاج۔

اُردو اور ہندی ترسیل عامہ کی زبان میں 'مدّعا' کا استعمال مستعاریت کی وہ مثال

ہے جہاں ترسیل عامہ کی زبان نے اس قانونی اصطلاح کو قانون کی زبان سے مستعار لیا ہے۔
اردو ترسیل عامہ کی زبان میں لاتعداد ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں ترسیل عامہ کی زبان طبی، سائنسی، قانونی، علمی اور ادبی اصطلاح کو طبّ، سائنس، قانون اور علم و ادب کی زبان سے مستعار لیتی ہے۔

اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں تحریری مخففات کا چلن ترسیمی مستعاریت کی مثال ہے۔
اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں تحریری مخففات کا چلن عام ہے۔ان تحریری مخففات کو ترسیمی مستعاریت کی مثال کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً اُردو روز ناموں میں UNESCO کے لیے "یونیسکو" کا استعمال تحریری مخففات کی مثال ہے۔ترسیل عامہ کی زبان میں طب دق کے لیے 'ٹی بی' کا استعمال تحریری مخففات کی عمدہ مثال ہے۔تحریری مخففات کے اس چلن کو ترسیمی مستعاریت کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ زبان کی تقریری شکل (Verbal Language) زبان کی تحریری شکل سے الفاظ مستعار لیتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر زبان کی تحریری شکل زبان کی تقریری شکل کو متاثر کرتی ہے لہٰذا اسے ترسیمی مستعاریت کی مثال مانا جاسکتا ہے۔اُردو روز ناموں کی مندرجہ ذیل سرخیاں ترسیمی مستعاریت کی مثالیں ہیں۔

1۔ اے۔ایم۔یو میں نئے وائس چانسلر کی آمد
2۔ ایڈز کے مریضوں میں اضافہ
3۔ بی۔ایچ۔یو میں کشیدگی

اس تجزیاتی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں مستعاریت کی سب سے مقبول صورت لغوی مستعاریت یا مستعار لفظ (Loan words) ہے۔لغوی مستعاریت سے ملتی جلتی معنوی مستعاریت ہے۔اس میں دائن زبان سے لفظ کی ہیئت مستعار نہیں لی جاتی بلکہ اس کا مفہوم مستعار لیا جاتا ہے۔اردو ترسیل عامہ کی زبان میں معنوی مستعاریت کی بالعموم تین شکلیں ملتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مستعار ترجمہ:(Loan Translation):

مستعار ترجمہ میں دائن زبان کے لفظ کے مفہوم کو مستعار لیا جاتا ہے۔اور ترجمے کی مدد سے حصولی زبان کے کسی نوساختہ لفظ کے ذریعے اسے ظاہر کیا جاتا ہے۔اردو ترسیل عامہ کی زبان میں مستعار ترجمے Loan Translation کا چلن بہت عام ہے۔اُردو ترسیل عامہ کی

زبان میں جمہوریت، جمہوریہ، وفاق یا اظہاریت جیسے الفاظ کا استعمال مستعار ترجمہ کی عمدہ مثالیں ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل سرخیوں پر نگاہ ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ بعض سرخیوں میں Rapid Action Force کے لیے سریع الحرکت فورس کا استعمال مستعار ترجمے کی عمدہ مثال ہے۔

مستعار نقل معنی: (Loan Shift)

دائن زبان کا کوئی لفظ یا ترکیب مجازی معنی میں مستعمل ہو اور دوسری زبان میں اس کا لفظی ترجمہ کرلیا جائے اور اس سے دائن زبان کے مجازی مفہوم کو مراد لیا جائے تو اس عمل کو مستعار نقل معنی کہتے ہیں۔ اردو ترسیل عامہ کی زبان میں مستعار نقل معنی (Loan Shift) کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ اردو میں ڈکتورادب کا استعمال مستعار نقل معنی کی عمدہ مثال ہے۔ اس ترکیب میں نہ صرف انگریزی لفظ Doctor of Literature کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ انگریزی مفہوم کو بھی منتقل کیا گیا ہے۔ دائن زبان کے مفہوم کی منتقلی کا یہ عمل اسے مستعار نقل معنی کی عمدہ مثال بناتا ہے۔ اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جو نہ صرف انگریزی کا ترجمہ ہیں بلکہ ان میں مفہوم کو منتقل کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

Red tap	لال فیتہ
Red tapasim	لال فیتہ شاہی
Documentry film	دستاویزی فلم
Blue Film	نیلی فلم
Lunch	عصرانہ
Dinner	عشائیہ
Melting of Ice	برف کا پگھلنا
Out of questin	خارج از امکان

مستعار آمیختہ:(Loan Blend)

مستعار آمیختہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے حصولی زبان مستعار لفظ کو اپنے لسانی مزاج کے مطابق ڈھالتی ہے۔ اسے Nativization کا عمل بھی کہا جاتا ہے۔ اس عمل میں دائن زبان کے

مادّے پر حصولی زبان کے سابقے یا لاحقے کو چسپاں کر دیا جاتا ہے۔اس عمل کی وجہ سے مستعار لفظ حصولی زبان کے لسانی مزاج سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔اُردو زبان کی طرح اردو ترسیل عامہ کی زبان میں بھی اس کا چلن عام ہے۔مستعار آمیختہ کی مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل تمثیل کی مدد لی جا سکتی ہے۔

تمثیل الف:

مستعار لفظ +	اردو لاحقہ =	مستعار آمیختہ
ممبر +	ان =	ممبران
اسکول +	وں =	اسکولوں
مارفیم +	یات =	مارفیمیات
کالج +	وں =	کالجوں
ٹرین +	وں =	ٹرینوں
کار +	یں =	کاریں

گویا ہم دیگر زبانوں سے الفاظ لے کر انھیں اپنی زبان کے مزاج و منہاج کے مطابق شکل عطا کر دیتے ہیں۔

اُردوانے کا عمل: Nativization:

وضع الفاظ کی ایک ایسی بھی صورت ہوتی ہے جسے Nativization کہا جاتا ہے۔ اس عمل میں بھی زبانوں سے الفاظ لے کر انھیں اپنی زبان کے مزاج و منہاج کے مطابق شکل عطا کر دیا جاتا ہے۔اردو زبان میں اس نوع کے وضع الفاظ کی مثالیں کثرت سے دستیاب ہیں۔ایسے کچھ الفاظ کی مثالیں درج ذیل ہیں:

فسطائی تکنیکی دکتور پالی تکنیک

●●●

پانچواں باب

اسمیت (Eponyms)

لفظ سازی کے مختلف اصولوں میں ایک اہم اصول اسمیت کا ہے۔ اصول اسمیت (Eponyms) میں اشتقاق کے قواعدی عمل کا استعمال ہوتا ہے۔ اشتقاق کے قواعدی عمل کم و بیش وہی ہوتے ہیں جو تعریف میں مستعمل ہیں۔ تصریفی عمل اور اشتقاقی عمل میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تصریف (Inflection) محض مقررہ قواعدی رویوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جب کہ اشتقاق کے ذریعے لفظ سازی کے روپ لامحدود ہوتے ہیں۔ اصول اسمیت کے تحت بننے والے لفظوں میں بھی اشتقاقی چسپیوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یعنی یہ الفاظ بھی پیچیدہ ہوتے ہیں کیوں کہ ان میں ایک سے زاید ''مارفیم'' ہوتے ہیں ان میں سے ایک آزاد روپ (Free Morpheme) ہوتا ہے اور ان کے ساتھ کم از کم ایک پابند روپ ضرور ملحق ہوتا ہے۔ آزاد روپ بالعموم ''اسم'' ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مشتق الفاظ کو اسمیت یا Eponyms کے خانے میں رکھا جاتا ہے۔ چونکہ ان مشتق الفاظ میں ایک مارفیم پابند ہوتا ہے۔ لہٰذا سے پیچیدہ لفظ یا Complex word کہتے ہیں۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسمیت کا عمل اسم معرفہ کو اشتقاقی چسپیوں کی مدد سے اسم عام بنانے کا عمل ہے۔ مثلاً ''غالب'' یا ''اقبال'' اسم معرفہ ہیں لیکن ان اسم معرفہ میں اشتقاقی چسپیوں کا اضافہ انھیں اسم عام بنا دیتا ہے۔

غالب + یات = غالبیات

اقبال	+	یات	=	اقبالیات

ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہرانی مثالوں کی مماثلت پر الفاظ سازی کا عمل کیا گیا ہے۔
اردو میں علوم کے ناموں کے لیے اشتقاقی لاحقہ ''یات'' کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً:

معاش	+	یات	=	معاشیات
نفسی	+	یات	=	نفسیات
معنی	+	یات	=	معنیات
صوت	+	یات	=	صوتیات

لہٰذا اسم معرفہ سے اسم عام (Eponym) بنانے میں بھی مماثلت سے کام لیا گیا ہے اور اشتقاقی لاحقہ ''یات'' کے استعمال کا یہی طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس طرح اردو میں ''اقبالیات'' اور ''غالبیات'' جیسے الفاظ کا استعمال عام نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اسم معرفہ سے اسم عام بنانے کے عمل میں کسی دوسرے اشتقاقی لاحقے کا استعمال نہیں ہوتا۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسم معرفہ سے اسم عام بنانے کے اس عمل میں دوسرے اشتقاقی لاحقوں کا بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً:

مارکس	+	ی	=	مارکسی
تغلق	+	ی	=	تغلقی
بابر	+	ی	=	بابری
اکبر	+	ی	=	اکبری
شاہ جہاں	+	ی	=	شاہ جہانی
آدم	+	ی	=	آدمی

اُردو میں چند ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں ''یات'' یا ''ی'' لاحقوں کی جگہ ''آئی'' یا ''گری'' یا واد کا استعمال نظر آتا ہے مثلاً:

مندرجہ ذیل جملوں میں اسم معرفہ سے اسم عام بنانے کے طریقہ کار پر غور کریں۔

1۔ لڑکوں کی گاندھی گری کام نہ آئی۔

2۔ گاندھی واد کا دور ختم۔

3۔ گاندھی وادی سوچ۔

4۔ مایاوتی نے منووادی سوچ پر تنقید کی۔

5۔ ملائم سنگھ نے لوہیائی سوچ کو آگے بڑھایا۔

ان تمام جملوں میں ''گاندھی گری'' ''گاندھی واد'' ''گاندھی وادی'' کا استعمال دراصل اسم معرفہ سے اسم عام بنانے کا طریقہ ہے۔ اس عمل میں ''گاندھی'' اسم معرفہ ہے۔

گاندھی + واد = گاندھی واد

گاندھی + واد+ی = گاندھی وادی

گاندھی + گری = گاندھی گری

اس طرح اسم معرفہ ''لوہیا'' سے لوہیائی بنایا گیا ہے اور اسم معرفہ منو سے ''منووادی''۔

ان تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمت (Eponym)، اسم معرفہ کو اشتقاقی لاحقوں کی مدد سے اسم عام یا صفت بنانے کا عمل ہے۔

گو کہ اُردو میں اس کا رواج قدرے کم ہے لیکن دیگر یوری اور ہند آریائی زبانوں میں اس کا رواج عام نظر آتا ہے مثلاً:

نکسل + واد = نکسل واد

نکسل + ی = نکسلی

اب ان کا استعمال ان جملوں میں دیکھیے۔

1۔ چالیس کسانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں نکسلی

2۔ نکسلیوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے گی سرکار

3۔ پولس اور نکسلیوں کے بیچ مڈبھیڑ

4۔ نکسلیوں کا حملہ

5۔ نکسل واد کا خاتمہ

ان تمام جملوں میں لفظ ''نکسل'' مختلف شکلوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس حقیقت سے تو ہم سب واقف ہیں کہ لفظ ایک اسم معرفہ ''نکسل باڑی'' کی دین ہے۔ اس اسم معرفہ میں مختلف اشتقاقی چسپیوں کے اضافے سے ہندی میں مندرجہ ذیل الفاظ تشکیل دیے گئے۔

نکسل واد
نکسل وادی
نکسلی
نکسلیوں

اسمی صفت:(Eponymous Adjectives):

اُردو میں اسم معرفہ سے بننے والے الفاظ کا اگر ہم بہ غور جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ اس میں کئی لفظ صفت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایسے صفت کو اسمی صفت کہتے ہیں۔ یعنی اسمی صفت کی اصطلاح ان صفت کے لیے استعمال ہوتی ہے جو اسم معرفہ سے تشکیل دیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل صفت پر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ یہ تمام صفت اسم معرفہ سے تشکیل دیے گئے ہیں۔

عباس	+	ی	=	عباسی	مثلاً	عباسی عہد
ہٹلر	+	ی	=	ہٹلری	مثلاً	ہٹلری انداز
بہااللہ	+	ی	=	بہائی	مثلاً	بہائی مذہب
عیسیٰ	+	ی	=	عیسائی	مثلاً	عیسائی مذہب
بدھ	+	ی	=	بودھ	مثلاً	بودھ مذہب
افلاطون	+	ی	=	افلاطونی	مثلاً	افلاطونی انداز
ارسطو	+	ی	=	ارسطوئی	مثلاً	ارسطوئی فکر
شیطان	+	ی	=	شیطانی	مثلاً	شیطانی حرکت
تغلق	+	ی	=	تغلقی	مثلاً	تغلقی فرمان
بابر	+	ی	=	بابری	مثلاً	بابری مسجد
شاہجہان	+	ی	=	شاہجہانی	مثلاً	شاہجہانی دور
جہانگیر	+	ی	=	جہانگیری	مثلاً	عدل جہانگیری
مارکس	+	ی	=	مارکسی	مثلاً	مارکسی فکر
طالبان	+	ی	=	طالبانی	مثلاً	طالبانی حکم

ان تمام مثالوں سے صفت بناتے وقت اسم معرفہ کا استعمال ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ انھیں اسی صفت کے خانے میں رکھا جاتا ہے۔ لیکن بعض دوسری مثالوں میں اسم معرفہ کی جگہ علاقوں کے نام (Toponym) کا استعمال نظر آتا ہے۔ ایسی مثالوں کو Eponyms کی جگہ Toponyms کہتے ہیں۔ مثلاً:

جالندھر	+	ی	=	جالندھری
دیوبند	+	ی	=	دیوبندی
بریلی	+	وی	=	بریلوی
قادیان	+	ی	=	قادیانی
دہلی	+	وی	=	دہلوی

●●●

خلاصہ

☆ لسانیات اور بالخصوص صرفیات کی بعض اہم شاخوں میں سے ایک اہم شاخ لفظ سازی ہے۔ لفظ سازی لسانیات کا ایک نواحی شعبہ ہے۔ لسانیات کے نقطۂ نظر سے سلسلۂ کلام کو جن اکائیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ان میں ایک 'لفظ' ہے۔ لہٰذا لفظ سازی، لسانیات کا وہ شعبہ ہے جو تشکیل لفظ کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر لسانیات کی اس اہم شاخ لفظ سازی میں لفظ کو اکائی ماننا ہی سب سے اہم عملی قدم ہے۔ لیکن لفظ سازی اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر تشکیل لفظ کے اصولوں کو موضوع بحث بناتا ہے۔ یعنی لفظ سازی میں تشکیل لفظ کے اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

☆ مارفیم زبان کی صرفی سطح پر سب سے چھوٹی معنوی اکائی ہے۔ یعنی مارفیم سب سے چھوٹا ایک ایسا معنوی جز ہے جسے مزید تقسیم نہیں کیا جاسکتا ۔ مثلاً گھر، میز، کرسی، قلم، کتاب وغیرہ ایسے واحد مارفیم ہیں جن کی مزید تقسیم ممکن نہیں۔

☆ سابقے' اور'' لاحقے'' لفظ سازی میں نمایاں رول انجام دیتے ہیں۔

☆ تعریب کے عمل سے گزر کر کسی غیر زبان کا لفظ جب عربی کا لفظ بن جاتا ہے تو اسے معرّب کہتے ہیں۔ مثلاً لفظ ''فیل'' عربی النسل لفظ نہیں ہے بلکہ ہند فارسی لفظ پیل کا معرّب ہے۔ اسی طرح تفریس کے عمل سے گزر کر کسی غیر زبان کا لفظ جب فارسی کا لفظ بن جاتا ہے تو اُسے مفرّس کہتے ہیں مثلاً: فارسی لفظ چاپ اردو لفظ چھاپا کا مفرّس ہے۔

☆ زبان ایک نامیاتی شے ہے، جو ہر زمانے اور ہر عہد میں بدلتی رہتی ہے۔ یہ تبدیلیاں صوتی، صرفی، نحوی اور معنوی سطحوں پر اثر پذیر ہوتی ہیں۔

☆ زبان کی مختلف علاقائی شکلیں ہوتی ہیں جو لسانی تغیرات کو نمایاں کرتی ہیں۔ مثلاً اردو میں دکنی اردو، لکھنوی اردو، دہلوی اردو یا بہار اُردو میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

☆ زبان میں طبقاتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اردو میں کرخنداری اس کی عمدہ مثال ہے۔

☆ زبان میں Registral یا شعبہ جاتی فرق بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ادبی زبان سائنسی زبان سے مختلف ہوتی ہے، یا علمی زبان اور شاعرانہ زبان میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ زیر نظر مقالے میں اردو زبان کو موضوع تحقیق بناتے وقت یہی مفروضہ پیش نظر رہا ہے۔

☆ زبانوں کی ارتقا میں لسانی روابط (Linguistic contact) کا ایک اہم رول ہوتا ہے۔ تہذیبی سطح پر لین دین یا اخذ وقبول کا یہ رشتہ زبانوں کو نئی شکل اور ڈھانچے میں ڈھالتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی زبان کے لسانی مزاج کو سمجھنے کے لیے لسانی روابط پر غور کرنا ضروری ہے۔

☆ کسی بھی زبان کا لسانی مزاج مشتقات (Derivatives) اور ترکیبات (Compounding) میں عیاں ہوتا ہے۔ اس لیے زبان کے لسانی مزاج کو سمجھنے کے لیے مشتقات اور ترکیبات پر توجہ دینا ضروری ہے۔

☆ زبانوں کی تفریق معنوی سطح پر بھی کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا معنوی تغیرات کو موضوع گفتگو بنانا اہم ہے۔

☆ بعض لفظ صرف امدادی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ان الفاظ کی اپنی کوئی معنوی حیثیت نہیں ہوتی اور وہ صرف جملے کی نحوی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ لسانیات میں ایسے الفاظ 'امدادی الفاظ' یا 'تفاعلی الفاظ' کہلاتے ہیں۔

☆ امدادی لفظ لغوی معنی کے حامل نہیں ہوتے بلکہ صرف جملے کی ساخت میں اپنا قواعدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انھیں 'ساخت نشان' الفاظ یا صرف 'نشان گر' بھی کہا جاتا ہے۔ اُردو قواعد میں انھیں حروف کہتے ہیں جس کا واحد حرف ہے۔

☆ اردو میں حرف جار کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ مفرد حرف جار اور مرکب حرف جار۔

☆ حرف عطف کی اصطلاح اردو زبان میں ان 'الفاظ' کے لیے مستعمل ہے جو لفظوں یا

جملوں کو جوڑنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

☆ ہماری زبان میں کچھ ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کا تعلق معنوی دنیا کے توسط سے خارجی دنیا کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں قائم ہوتا ہے۔ یہ تمام الفاظ بامعنی یالسانیاتی اصطلاح میں لغوی معنی کے حامل ہوتے ہیں۔ اجزائے کلام میں لغوی الفاظ (اسم اور فعل) بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بے شک اُردو میں بعض جملے اسم کے بغیر بھی ملتے ہیں اور فعل کے بغیر بھی لیکن ایسے جملوں میں بھی لغوی الفاظ مقدر ہوتے ہیں۔

☆ حقیقی مترادفات معنوی اعتبار سے تقریباً یکساں ہوتے ہیں۔ جب کہ ذیلی مترادفات ذیلی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مثلاً :قمر اور ہلال کی معنوی یکسانیت ذیلی مترادفات کے زمرے میں آتی ہے۔ کیوں کہ ہلال، ماہِ نو یا نئے چاند کو کہتے ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان معنوی رشتہ ذیلی معنوی رشتہ ہے۔

☆ دو الفاظ کے مابین معنوی تضاد سے اضداد کی تشکیل ہوتی ہے۔ گویا اضداد ایسے جوڑے ہوتے ہیں جو معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد ہوتے ہیں۔ ان جوڑوں کا کوئی ایک لفظ اگر اثبات کا پہلو ظاہر کرتا ہے تو اس کے برعکس دوسرا نفی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گویا کسی شیے یا حقیقت کے سبب اور منفی، تذکیر و تانیث اور اس طرح کے دوسرے متضاد پہلوؤں کی اجاگر کرنے والے جوڑے متضاد الفاظ بناتے ہیں۔ متضاد الفاظ بالعموم دو خانوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ حقیقی تضاد اور درجاتی تضاد۔

☆ اشتقاقیات علم اللسان یالسانیات کا ایک مستقل اور بعض اعتبار سے ایک اہم شعبہ ہے۔ اشتقاق لفظ سازی کا بنیادی اصول ہے۔

☆ تصریفی صرفیے کی اصطلاح اردو قواعد میں ان مارفیم کے لیے استعمال ہوتی ہے جو لفظ میں صرف امدادی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ان کا استعمال لفظوں کے اجزائے کلام (Parts of Speech) میں تبدیلی کا سبب نہیں بنتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو لفظ ''سوالات'' میں دو مارفیم ''سوال'' اور ''ات'' کا استعمال ہوا ہے۔ ''سوال'' آزاد مارفیم ہے کیوں کہ اس کا استعمال آزادانہ طور پر ممکن ہے۔ لیکن ''ات'' پابند مارفیم ہے کیوں کہ اس کا استعمال آزادانہ طور پر ممکن نہیں۔

☆ لفظوں کا مارفیمی تجزیہ تصریفی (Inflectional) اور اشتقاقی (Derivational) اصولوں پر ہوتا ہے۔ تصریفی عمل لفظوں کے اجزائے کلام (Parts of Speech) میں تبدیلی کا سبب نہیں بنتا ہے۔ یعنی اسم تصریفی عمل کے بعد بھی اسم رہتا ہے۔ اسی طرح صفت تصریفی عمل کے بعد بھی صفت رہتا ہے۔ اسم میں تعداد، جنس اور حالات (Case) میں تبدیلی تصریفی عمل کی مثالیں ہیں۔

☆ اردو کے اصول اشتقاق کو بہ خوبی سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اردو کے اشتقاقی صرفیوں کا استعمال صرف مشتق اسما میں ہوتا ہے نہ کہ جامد اسما میں۔ اسم جامد وہ اسم ہے جو کسی لفظ سے مشتق یا مرکب نہ ہو۔ مثلاً کوئلہ، لکڑی، پتھر، ایندھن وغیرہ جامد اسما ہیں۔

☆ مرکب الفاظ دو آزاد الفاظ کی ترتیب سے تشکیل دیے جاتے ہیں اردو میں وضع الفاظ کی یہ شکل بہت ہی مقبول ہے۔ ترسیلی ضرورتوں کے مطابق مستقل ہی نئی نئی تراکیب وضع ہوتی رہتی ہیں۔

☆ ایسے مرکبات جن میں دونوں لفظ کو یکساں فوقیت حاصل ہوتی ہے copulative compound کہلاتے ہیں۔ ایسے مرکبات میں پہلا لفظ دوسرے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا ہے اور اسی طرح دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا۔ مثلاً اردو تراکیب بھائی بہن، ساس سسر، جل تھل، اور دھن دولت پر غور کریں تو محسوس ہوگا ان تراکیب میں دونوں لفظ کی معنوی اہمیت میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان مرکبات میں معنوی اعتبار سے دونوں لفظ اہم ہوتے ہیں۔

☆ مرکب عطفی ایسے دو الفاظ کی یکجائی سے وضع کیے جاتے ہیں جن کے وسط میں ایک 'واؤ' موجود ہوتا ہے۔

☆ ایسے مرکبات جن میں دونوں لفظ کو یکساں فوقیت حاصل ہوتی ہے copulative compound کہلاتے ہیں۔ ایسے مرکبات میں پہلا لفظ دوسرے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا ہے اور اسی طرح دوسرا لفظ پہلے لفظ کے معنوی دائرے کو محدود نہیں کرتا۔ مثلاً اردو تراکیب بھائی بہن، ساس سسر، جل تھل اور دھن دولت پر غور کریں

تو محسوس ہوگا ان ترکیبات میں دونوں لفظ کی معنوی اہمیت میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔

☆ ترکیب لفظی کی وہ قسم جہاں دو متضاد صفت کسی موصوف کی صفت بیان کرے اپوزیشنل ترکیب لفظی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مرکبات میں پہلا صفت دوسرے صفت کی متضاد خوبی بیان کرتا ہے۔

☆ مرکب عطفی ایسے دو الفاظ کی یکجائی سے وضع کیے جاتے ہیں جن کے وسط میں ایک 'واؤ' موجود ہوتا ہے۔

☆ اگر مرکب اضافی میں مضاف کسی مصمتے یا مصوتہ ری ر پر ختم ہو تو اضافت زیر کا استعمال کرتے ہیں۔

☆ یائے مہموز کا استعمال ایسی جگہوں پر ہوتا ہے جہاں ترکیب میں شامل پہلے لفظ کا اختتام 'ا' یا 'و' پر ہو رہا ہو۔

☆ جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے ترکیب مخلوط ایسی ترکیبوں کو کہتے ہیں جن کا ایک لفظ اُردو الاصل ہو اور دوسرا لفظ اردو کا نہ ہو اور دونوں کو یکجا کر کے ایک ترکیب وضع کر لی گئی ہو۔

☆ یہ تکرار لفظی کی وہ قسم ہے جہاں ایک لفظ کو مکرر لا کر ترکیب لفظی وضع کی جاتی ہے اور اس ترکیب لفظی کی وجہ سے ایک نئی معنوی جہت پیدا ہوتی ہے۔

☆ مختلف الاجزا ترکیب اختصار کی اصطلاح ان مرکبات کے لیے ہوتی ہے جہاں دو لفظ کا استعمال نظر آتا ہے۔

☆ کسی لفظ کو مکرر لا کر ایک نئے لفظ یا ترکیب کو وضع کرنا تکرار لفظی کہلاتا ہے۔ تکرار لفظی کے ذریعے وضع شدہ لفظ بعض اوقات اصل لفظ سے معنی میں بالکل ہی الگ ہوتے ہیں۔

☆ یہ تکرار لفظی کی وہ قسم ہے جہاں ایک لفظ کو مکرر لا کر ترکیب لفظی وضع کی جاتی ہے اور اس ترکیب لفظی کی وجہ سے ایک نئی معنوی جہت پیدا ہوتی ہے۔

☆ غیر مکمل تکرار لفظی، تکرار لفظی کی وہ قسم ہے جہاں لفظ کو مکرر لا کر ترکیب لفظی وضع نہیں کی جاتی بلکہ لفظ کے آخری حصے کی تکرار پیدا کی جاتی ہے اور شروع کے حصے کو اُردو ر ور سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

☆ تکرار لفظی کی اس قسم میں صوتی مشابہت کی جگہ معنوی مشابہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

☆ اُردو میں بعض ایسی تراکیب لفظی رائج ہیں جن میں ایک لفظ تو بامعنی ہوتا ہے لیکن دوسرا لفظ خالی المعنی ہوتا ہے۔

☆ مستعاریت کے اس عمل میں ذولسانیت (Bi-Lingualism) نمایاں رول انجام دیتی ہے۔

☆ مستعاریت کی ایک دوسری اہم وجہ لغوی مدوں کی عدم دستیابی (Lexical gaps) ہے۔

☆ مستعاریت کی تیسری اہم وجہ لسانی توقیر (Linguistic Prestige) ہے۔ بعض صورتوں میں اہل زبان مستعار الفاظ کا استعمال صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اعلیٰ طبقے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو جائے۔

☆ مستعاریت کی چھٹی اہم وجہ ترسیلی امکانات (Communiative Range) ہیں۔ ترسیلی امکانات کی اصطلاح لفظوں کے معنوی دائرے کی نشان دہی کرتا ہے۔

☆ مستعاریت کی ایک اور اہم وجہ لفظوں کا ممنوع ہونا ہے۔ اُردو ترسیل عامہ کی زبان میں پست معنی کو موقر بنا کر پیش کرنے کی کوشش میں بعض صورتوں میں مستعاریت کی مدد لی جاتی ہے۔

☆ دائن زبان کا کوئی لفظ یا ترکیب مجازی معنی میں مستعمل ہو اور دوسری زبان میں اس کا لفظی ترجمہ کر لیا جائے اور اس سے دائن زبان کے مجازی مفہوم کو مراد لیا جائے تو اس عمل کو مستعار نقل معنی کہتے ہیں۔

☆ مستعار آمیختہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے حصولی زبان مستعار لفظ کو اپنے لسانی مزاج کے مطابق ڈھالتی ہے۔ اسے Nativization کا عمل بھی کہا جاتا ہے۔

☆ وضع الفاظ کی ایک ایسی بھی صورت ہوتی ہے جسے Nativization کہا جاتا ہے۔

☆ اُردو میں اسم معرفہ سے بننے والے الفاظ کا اگر ہم بہ غور جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ اس میں کئی لفظ صفت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایسے صفت کو اسمی صفت کہتے ہیں۔

●●●

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

عام لسانیات

مصنف: گیان چند جین

صفحات: 907

قیمت: -/162 روپے

انتخاب نثر اردو

مصنف: قومی کونسل

صفحات: 220

قیمت: -/48 روپے

آہنگ اور عروض

مصنف: کمال احمد صدیقی

صفحات: 357

قیمت: -/77 روپے

نئی اردو قواعد

مصنف: عصمت جاوید

صفحات: 324

قیمت: -/75 روپے

لسانیات کیا ہے

مصنف: ڈیوڈ کرسٹل

صفحات: 160

قیمت: -/42 روپے

لسانی مطالعے

مصنف: گیان چند

صفحات: 233

قیمت: -/65 روپے

₹ 59/-

ISBN: 978-81-7587-870-9

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025